

جھپٹنا، پلٹنا، پلت کر جھپٹنا  
لہوگرم رکھنے کا ہے اک بہانہ  
(اقبال)



اسلام آباد

احباب یقین و عمل کا میدان اور فکری خود مختاری کا ترجمان

ماہنامہ

امیت

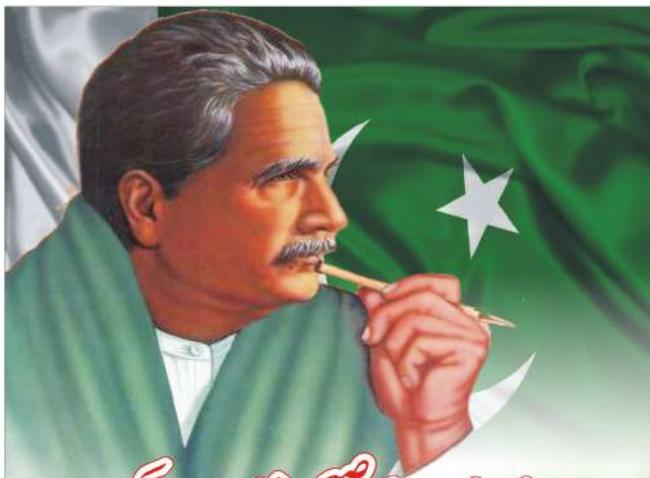
مارچ - اپریل 2021ء

2021 مارچ 23  
72 والیوم پاکستان



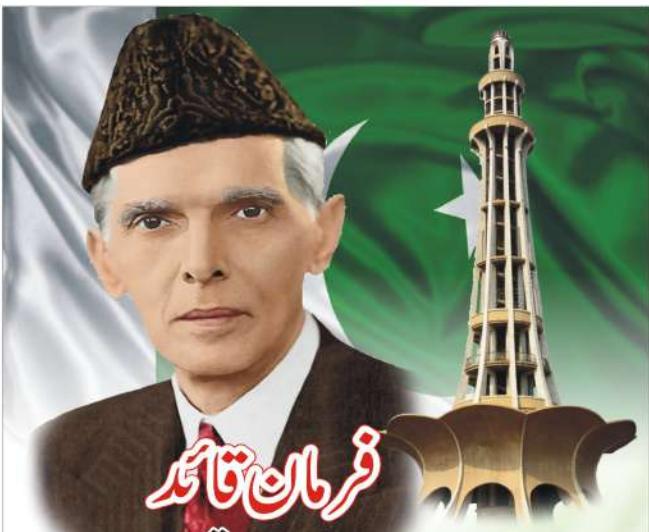
پاکستانی شخص  
اقدار کردار، احساس  
(ڈاکٹر نعیم غنی کے انکار سے مانو)





## نیازمند نئے صحیح و شام پیدا کر

مسلمانوں کا علمی و رشہ بڑا عظیم اور قابل فخر ہے۔ علم و حکمت کی کوئی شاخ نہیں ہے جس پر ان کی ذہانت اور اجتہاد کا نقش ثبت نہیں۔ یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے صحیح معنوں میں علمی روح پیدا کی اور علوم و فنون کو ان کے اصل راستے پر ڈال دیا۔  
(ماخوذ از "گھریلو نیشن" میں علامہ اقبال کا اظہار خیال)



**فرمان قائد**  
ہمیں ہر روز سبق کے پتے تحریبے ہو رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اب آپ ایک آزاد اور خود مختار مملکت کے شہریوں کی حیثیت سے اپنے سر بلند رکھیں۔ جب آپ کی حکومت اچھا کام کرے تو تعریف کیجئے۔

(ایڈورڈ کالج، پشاور 18 اپریل 1948ء)

سلطانہ فاؤنڈیشن میں کردار سازی اور  
پاکستانیت کی آواز کو سمجھم کیا جاتا ہے



سلطانہ فاؤنڈیشن نئی نسل کو فکری جمود، مسلسل  
ذہنی غلامی کے سمندر سے باہر نکالنے کا عزم ہے

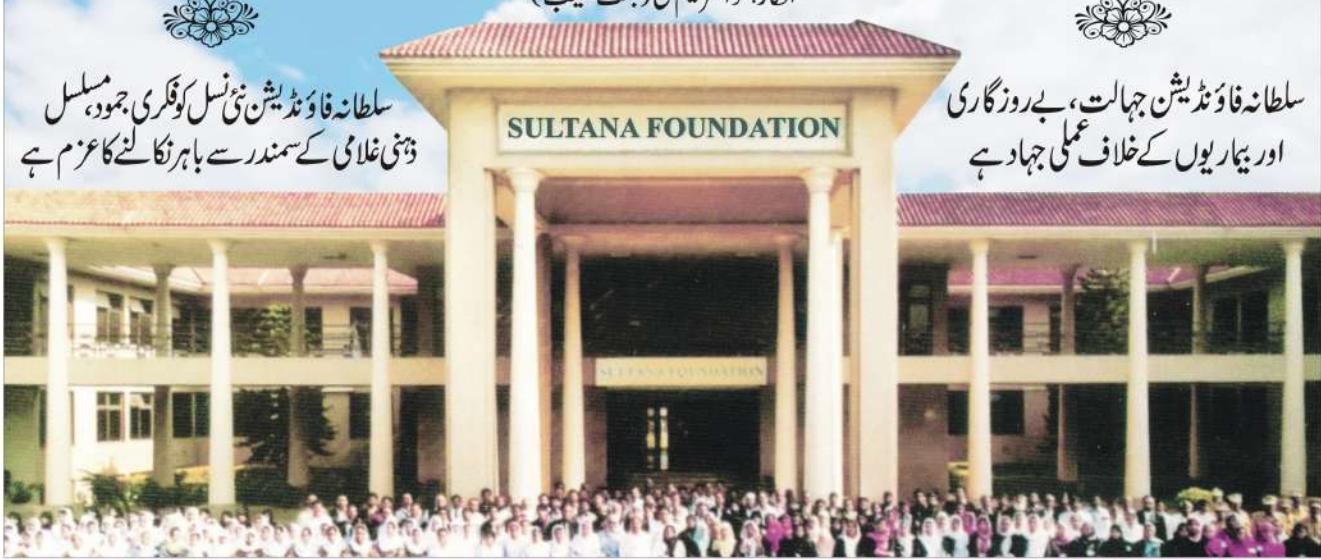


افکار: ڈاکٹر نعیم غنی (جنت نصیب)

سلطانہ فاؤنڈیشن اصلاح فکر کاروشن طریقہ،  
سمابجی فلاح کا سرچشمہ اور سخت کی امید ہے



سلطانہ فاؤنڈیشن جہالت، بے رو زگاری  
اور بیماریوں کے خلاف عملی جہاد ہے



## اصلاح فکر ایجوکیشن ویلفیئر ٹرست (رجسٹرڈ)

## پراجیکٹس

ہمیلٹھ کیئر سرویز

نعم غنی سفر

سلطانہ فاؤنڈیشن

ٹرست چیئر مین: انجینئر عزیز غنی

مبران

انجینئر خالد محمود اختر

ڈاکٹر نسیم غنی

پروفیسر اے ڈی خان

انجینئر رفیق منہاس

حسن نعیم غنی

ڈاکٹر ندیم نعیم غنی

عبد العزیز سڈل

مسز صدقہ نعیم غنی

## اس شمارے میں

02	پاکستانی شخص (اداریہ)	از ڈاکٹر نعیم غنی
05	از امیدر پورٹ	23 مارچ
09	از انجینئر عزیز غنی	ٹیکنیکل ایجوکیشن
12	از ساف، طلباء و طالبات	تریبیت یافتہ لیبر
20	از محمد پرویز جگوال	وعدہ تعمیر پاکستان
24	کشمیر کے مسائل اور ان کا حل	از ساف، طلباء و طالبات
27	از رفتہ رشید	حُبِّ الوطنی
29	پاکستان پر بغلادیش.....	از ندیم احمد لطیف
32	از پروفیسر غزالہ خالد	ملیشیاء کا دورہ
36	از ادارہ	بزمِ نونہال
40	از ماہنامہ تفصیلات	عطیات

گزشتہ 20 برس سے تعلیم و تربیت اور فکری میدان میں شائع ہونے والا میگزین

اسلام آباد

ماہنامہ



شمارہ نمبر 2

جنوری- فروری 2021ء

جلد نمبر 21

فاوڈر پیٹریں: ڈاکٹر نعیم غنی

چیف ایڈیٹر: حسن نعیم غنی

ایڈیٹر: مرزا محمد ریاض بیگ راج

## ایڈیٹر پیٹریل بورڈ

میاں محمد جاوید: (چیئر مین نظریہ پاکستان کنسل)

ڈاکٹر انعام الرحمن: (اسکالر)

جبار مرتضیٰ: (کالم نگار، مصنف)

سلمان تنسیم غنی: مینجمنٹ ٹرینر

ڈپٹی ایڈیٹر: ندیم احمد لطیف

اسٹٹٹ ایڈیٹر: رفتہ رشید

سب ایڈیٹر: نورین ظفر

ریسروچ: غزالہ سرور، محمد پرویز جگوال

کمپیوٹنگ ایڈیٹر: ندیم احمد اعوان

گرافک ایڈیٹر: نعمان پرویز

خط و کتابت ماہنامہ امید: شعبہ تحقیق، سلطانہ فاؤنڈیشن کمپلکس  
فراش ٹاؤن ہبڑا اڑوڈ، اسلام آبادفون: 051-2618201  
P.O Box: 2700, Islamabad  
Umeed@sultanafoundation.org  
www.sultanafoundation.org

قیمت: 50 روپے





## پاکستانی شخص - اقدار، کردار، احساس

ڈاکٹر نعیم غنی

نومبر 2019 میں شائع ہونے والا (اداریہ)

انسان باوجود گروہی معاشرت کی جملت کے اپنی ایک منفرد شناخت بھی چاہتا ہے اور یہ شناخت کا احساس مختلف سطحوں پر باہمی تعلقات میں اہم ترین ترجیح پر رہتا ہے۔ شناخت کے متعدد حوالہ جات ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ہم ملک کے حوالہ سے پاکستانی ہیں۔ علاقائی سطح کے حوالہ سے پڑھان، پنجابی، سندھی، بلوچی ہو سکتے ہیں۔ عقیدہ کے حوالہ سے مسلمان، عیسائی، ہندو، سکھ ہماری پہچان ہوگی۔ عقیدہ کے حوالہ سے ہم جغرافیائی حدود سے باہر نکل جاتے ہیں اور اسلامی عقیدہ کی پہچان سے ایک امت مسلمہ سے اپنے شخص کو جوڑتے ہیں۔

کسی فرد کا شخص اس کے ذاتی کردار سے بھی بن سکتا ہے اور ذاتی صلاحیت کے حوالہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً کسی خاص پیشہ سے مسلک ہونے سے کوئی فرد طبیب، انجینئر، فوجی وغیرہ کے لیبل سے پہچانا جاسکتا ہے۔

پاکستانی قوم کی شناخت کو مستقل بنیادوں پر رکھنے کے لئے وطن عزیز پاکستان کے لئے جدوجہد کا میاب ہوئی اور انگریزی انتظامی تسلط اور ہندو ثقافتی نجٹ سے نکل کر پاکستانی شخص کو بین الاقوامی سطح پر اعتراف ملا۔ اس شخص کا کلیدی عنصر ایسے معاشرے کی تشكیل تھا جو اسلامی عدل پر منی ہو، جہاں سب شہریوں بلا حسب نسب، بلا رنگ، نسل، بلا عقاہدی تفریق کے اپنی اپنی نشوونما کے لئے یکساں موقع مہیا ہوں اور یکساں تحفظ حاصل ہو۔

پاکستانی شخص کے مختلف لیوں ہیں جو بیک وقت لاگو ہو سکتے ہیں، عقاہدی پہلو (مسلمان، عیسائی، ہندو، سکھ)، علاقائی پہلو (پڑھان، پنجابی، سندھی، بلوچی)، پیشہ وری پہلو (طبیب، انجینئر، ہنرمند وغیرہ)۔

لیکن یہ سب شخص مقامی حوالہ کے لئے ہیں۔ بین الاقوامی حوالہ کے لئے ہمارا صرف ایک شخص ہے وہ ہے پاکستانی جو تمام مقامی شخصوں کو اپنے اندر سمولیتتا ہے۔ پاکستانی شخص کا سب سے بڑا محافظ پاکستانی ریاست ہے جس کا ہر پہلو سے تحفظ چاہے وہ جغرافیائی ہو، چاہے وہ معاشی ہو، چاہے وہ نظریاتی ہو، ہر پاکستانی اس کے لئے ملتزم ہے۔

ہمارا ملک نہ صرف جغرافیائی حقیقت ہے بلکہ ایک مشن بھی ہے۔ ایک بصیرت ہے جہاں ہر انسان کا اعلیٰ مقام ہوگا اور اس کو وہ تحفظ ملے گا۔  
جہاں وہ انسان دنیاوی الہوں سے آزاد اور محفوظ ہوگا۔ یہ اعلیٰ مقام اور تحفظ صرف اسلامی آفیقی قدریں دے سکتی ہیں۔

ہم بطور انسان زمان و مکان کا حصہ ہیں۔ اس حقیقت کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ نفس الوقت ہمارا ایک منفرد تشخض بھی ہے اور ہمارے اس منفرد تشخض کے ساتھ ساتھ ہم ہمہ گیر خیر کے داعی بھی ہیں۔

اس طرح ہمارے معاشرے کے لئے دو ہر چیز ہے۔ ایک طرف ہمیں اپنے آپ کو اپنے مخصوص مقاصد کو سمجھنا ہے اور دوسری طرف زمان و مکان کی زابرقوتوں اور ان کے ارادوں کو بھی سمجھتے رہنا ہے۔

پہلے قدم پر ہمیں بطور پاکستانی اپنے تشخض، اپنے مقاصد اور اپنی ذمہ داریوں کو واضح رکھنا ہے۔ پاکستان میرا گھر ہے، میرا وطن ہے، میرا شخص ہے اور میں پاکستانی قوم کا حصہ ہوں۔ مجھے اپنے قومی مقاصد اور اہداف سے متعلق بالکل واضح ہونا چاہیے۔

## پاکستانی تشخض کے اجزاء

پاکستانی امن پسند لوگ۔ پاکستانی معاشرہ پر امن، ہر شہری کے لئے امان

پاکستان کے بین الاقوامی مواصلاتی اور ترقیاتی رابطے

پاکستان میں قدرتی و جغرافیائی و تاریخی سرمایہ

کسی فرد کی، کسی شے کی، کسی خدمت کی، کسی شہر یا ملک کی شہرت الفاظ، نعروں، تقریروں یا تحریروں سے نہیں بنائی جاسکتی۔

شہرت یا برائٹ ہدایت میں ایک اعتماد کا مظہر ہوتا ہے جس کا ثبوت صرف کسی شے، خدمت کے معیار اور اس میں ثبات واستحکام پر قائم رہتا ہے۔

کسی معاشرے یا ملک کا برائڈ اس کے افراد کے اخلاقی معیار، ان کے رویوں، ان میں امانت اور دیانت میں استحکام، ان کا آپس میں اور غیروں سے معاملات میں اعتماد (Trust) ان کے عقائدی قدریوں اور ان پر منی ثقافت پر بنتا ہے۔

## میز پاکستانی تشخض کے عناصر

جغرافیہ	0	تاریخ	0	عقیدہ: دوسرے عقیدہ کے لئے برداشت
ثقافت، سماجی سرمائے	0	امانی سطح	0	لسان۔ رنگ۔ نسل
خودداری۔ خود اعتمادی	0	علمی سطح	0	تجیقی سطح
حب الوطنی سطح	0	خدماتی سطح	0	انتظامی سطح

معاشرہ ایک پھولتے پھلتے درخت کی طرح ہوتا ہے اور اس کی پہچان اس کی جڑوں سے نہیں اس کے پھلوں سے بنتی ہے۔ اس کا بہترین پھل اس میں امن اور عدل ہوتا ہے۔ قائد عظم محمد علی جناح نے برصغیر میں مسلمانوں کی شناخت منوائی اور اپنی حکیمانہ قیادت سے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے خط پاکستان حاصل کیا جہاں وہ اپنے فیصلوں میں خود مختار بن سکیں۔ پاکستان ہماری Identity کا ضمن بنا۔ پاکستان ایک حقیقت بن چکا ہے۔ لیکن کچھ پاکستانی ذہن ابھی تک اس حقیقت کے وجود میں آنے پر لا حاصل بحث کر رہے ہیں کہ پاکستان کی تأسیس جائز تھی۔ حالانکہ اب تأسیس سے آگے تعمیر کا سفر ہے جس پر ہمیں فوکس رکھنا ہے۔

### پاکستانی ہونے کا مطلب کیا ہے

وہ مخصوص ثقافت رکھتا ہے۔	0
اس کا تشخض اس کی اقدار، اس کا کردار اس کا احساس اور اس کی کارکردگی بناتے ہیں۔	0
اس کی پہچان اس کے غیروں سے تعلقات، دوسروں کے عقائد کا احترام، کمزوروں کا دھیان بناتے ہیں۔	0
وہ آنے والی نسل یعنی اپنے اور دوسروں کے بچوں کی مناسب ترین پرورش اور تربیت اور تعلیم کو زندگی کا فرض سمجھتا ہے۔	0
وہ وعدہ میں باعتماد ہے اور امانت میں امین ہے اور اپنے کام میں محنت پسند ہے۔ وہ کاروبار میں صدیق ہے۔	0
وہ حقوق الماحول کی فرضیت سے آگاہ ہے۔ وہ حقوق الاجتماع میں مہتمم ہے۔	0
وہ اعدال پسند ہے۔ وہ فرض پسند اور اصول پسند ہے۔	0

## "23 مارچ یومِ پاکستان"

رپورٹ "امید"

اس سال یومِ پاکستان پر مسلح افواج کی پریڈ کو ملتوی کر دیا گیا ہے اور اب یہ پریڈ 25 مارچ کو منعقد ہوئی۔ پاکستان کی فوج کے تعلقات عامہ کے ادارے آئی ایس پی آر کی جانب سے جاری ہونے والے بیان میں کہا گیا شدید موسم اور بارش کی پیشگوئی کی وجہ سے پریڈ کو ملتوی کیا جا رہا ہے ط شدہ پروگرام اور اوقات کے مطابق 25 مارچ کو پریڈ منعقد ہوئی۔ خیال رہے کہ گذشتہ برس کو رونا و ائرس کی وجہ سے اس تقریب کا انعقاد ممکن نہیں ہو سکا تھا اور عالمی وبا کے بڑھتے خطرات سے عوام کو محفوظ رکھنے کی خاطر حکومت نے پریڈ منسوخ کر دی تھی۔ اگرچہ ابھی پاکستان اس وائز کی تیسری لہر کی پیٹ میں ہے اور اس سے کار و بار ہر زندگی بھی متاثر ہوا ہے مگر اس بار اس فوجی پریڈ کی تیاریاں زورو شور سے کی گئی۔ ایک سینئر فوجی اہلکار نے بی بی سی کو بتایا کہ اس مرتبہ یومِ پاکستان پریڈ کے انعقاد کا مقصد دنیا اور اپنے عوام کو کو یہ پیغام دینا ہے کہ دہشت گردی اور عسکریت پسندوں سے لڑائی کے بُرے دن گزر گئے اور ہم معمول کی زندگی کی طرف اب واپس لوٹ آئے ہیں۔ اس روز پاکستان کی تینوں مسلح افواج یعنی بری فوج، فضائیہ اور بحریہ کے علاوہ سڑک فورسز نے عوام کے سامنے اپنی فوجی قوت کا اظہار کیا۔ پریڈ کیکھنے والوں میں فوجی حکام، سفارت کار، حکومتی شخصیات، سیاسی رہنماء اور عوام شامل تھے۔ کورونا وائز کی موجودگی اور پھیلاؤ کے دوران مسلح افواج کے اہلکار اور پریڈ کیکھنے والے تمثیلی دونوں ہی حکومت کی تیار کردہ احتیاطی تدایر (ایس او پیز) پر عمل کیا تاکہ وبا سے بچاؤ ممکن ہو سکے۔

## مختلف سالوں میں پریڈ ملتوی ہونے کی وجوہات

یاد رہے کہ مارچ 2008 سے مارچ 2015 کے درمیان سات سال 23 مارچ کی پریڈ منعقد نہیں ہوئی۔ اس کی بنیادی وجہ شہروں میں آئے روز پیش آنے والی دہشت گردی کی وارداتیں اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے سکیورٹی خدشات تھے۔ اس دور میں قبائلی علاقوں میں جاری فوجی اپریشن کی وجہ سے دہشت گردگروہ مسلسل دہشت گرد حملے کر رہے تھے۔ تاہم یومِ پاکستان پر مسلح افواج کی پریڈ کی قومی روایت مارچ 2015 میں پھر

سے بحال ہوئی۔ گذشتہ پانچ سال کے دوران 'یوم پاکستان پر یڈ' اسلام آباد ایکسپریس وے کے نام سے مشہور شاہراہ کے کنارے پر واقع شکر پڑیاں گروئنڈ میں منعقد ہوتی ہے۔ 30 برس سے زائد عرصہ تک مسلح افواج کی پریڈ کے انعقاد کے مقامات مسلسل تبدیل ہوتے رہے ہیں۔ اس پریڈ کا اصل مقام پہلے راولپنڈی کا ریس کورس گراونڈ ہوا کرتا تھا جو بعد میں تبدیل ہو کر پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے شاہراہ دستور پر منتقل ہو گیا۔ عام طور پر فوجی پریڈز کا انعقاد اکثر غیر جمہوری یا آمرانہ حکومتوں سے نتھی کیا جاتا ہے لیکن فرانس اور برطانیہ جیسی جمہوری اقوام بھی ان کا اہتمام کرتی ہیں۔

ملک بھر میں قومی ولیٰ جوش و جذبے سے یوم پاکستان منایا گیا۔ 23 مارچ 1940 کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں منظور کی گئی قرارداد کی یاد میں "یوم پاکستان" منایا جاتا ہے جس کی روشنی میں بر صغیر کے مسلمانوں نے اپنے لئے ایک علیحدہ وطن کا خواب شرمندہ تعمیر کیا تھا۔ یہ قرارداد لاہور منٹو پارک میں پیش کی گئی تھی جہاں اس کی یادگار کے طور پر مینار پاکستان تعمیر کیا گیا۔

اس دن کی مناسبت سے ملک بھر میں عام تعطیل دی گئی۔ دن کا آغاز وفاتی دار الحکومت میں 31 جب کہ صوبائی دار الحکومتوں میں 21، 21 توپوں کی سلامی سے ہوا۔ نماز فجر کے اجتماعات میں ملک و ملت کی سلامتی اور استحکام کے لئے خصوصی دعائیں مانگی گئیں۔ جب کہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کی عبادت گاہوں میں بھی خصوصی دعائیہ تقاریب کا اہتمام کیا گیا۔

ملک بھر میں کورونا ایس اوز پیز کو منظر رکھتے ہوئے تقریبات، کانفرنس اور واکزوغیرہ کا اہتمام کیا گیا۔ تمام سرکاری و نجی عمارتوں پر قومی پرچم لہرائے گئے علاوہ ازیں دنیا بھر میں پاکستانی ہائی کمیشنز اور سفارت خانوں میں بھی یوم پاکستان کے حوالے سے تقریبات کا انعقاد کیا گیا۔ آج کے دن کی مناسبت سے سرکاری و نجی ولی اور پریڈ یوچینلز سے خصوصی دستاویزی پر گرام نشر کیے گئے جس میں یوم پاکستان کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا۔ کراچی میں بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح اور لاہور میں شاعر مشرق علامہ اقبال کے مزار پر گارڈز کی تبدیلی کی سادہ اور پُر وقار تقریبات منعقد کی گئیں۔ یوم پاکستان کی مناسبت سے ہر سال شکر پڑیاں گراونڈ اسلام آباد میں مسلح افواج کی شاندار پریڈ کا انعقاد ہوتا ہے تاہم اس مرتبہ اسلام آباد اور راولپنڈی میں وققے و قفعے سے بارش روایتی پریڈ کو 2 روز کے لیے ملتوی کر دیا گیا تھا۔

## علامہ محمد اقبال کے سات تاریخی خطبات

### انتخاب: ڈاکٹر نعیم غنی

تشکیلِ اسلامی مذہبی افکار جو علامہ اقبال نے 30-1928ء میں مدراس میں پیش کئے ان کے مطابق گزشتہ پانچ سو برس سے اسلامی ففر عملی طور پر ساکت اور جامد چلی آ رہی ہے۔ انہوں نے اپنے ابتدائی میں لکھا ہے۔

”قرآن پاک وہ کتاب ہے جو فکر کی بجائے عمل پر اصرار کرتی ہے۔ تاہم کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے لئے خلقتی طور پر یہ ممکن نہیں کہ وہ اس اجنبی کائنات کو ایک حیاتی عمل کے طور پر قبول کر لیں۔ یہ عمل، وہ خاص طرز کا باطنی تجربہ ہے جس پر بالآخر مذہبی ایمان کا دار و مدار ہے۔ مزید برآں جدید دور کے انسان نے ٹھوس فکر کی عادت اپنالی ہے ایسی عادت جسے خود اسلام نے اپنی ثقافتی زندگی کے کم از کم آغاز میں خود اپنے ہاں پروان چڑھایا تھا۔ اس عادت کی بنابرہ اس تجربے کے حصول کا کم ہی اہل رہ گیا ہے جسے وہ اس لئے بھی شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اس میں التباس کی گنجائش رہتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ تصوف کے صحیح مکاتب نے اسلام میں مذہبی تجربے کے ارتقاء کی سمت کو درست کرنے اور اس کی صورت گری کے سلسلے میں نمایاں کام کیا ہے، مگر ان مکاتب کے بعد کے دور کے نمائندے جدید ذہن سے لاعلم ہونے کی بنابر اس قابل نہیں رہے کہ نئے فکر اور تجربے سے کسی قسم کی تازہ تخلیقی تحریک پاسکیں۔ وہ انہی طریقوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں جو ان لوگوں کے لئے وضع کئے گئے تھے جن کا ثقافتی نقطہ نظر کئی اہم لحاظ سے ہمارے نقطہ نظر سے مختلف تھا۔ قرآن کہتا ہے کہ ”تمہاری تخلیق اور قیامت کے دن دوبارہ اٹھایا جانا ایک نفس واحد کی تخلیق و بعثت کی طرح ہے“۔ حیاتیاتی وحدت کا زندہ تجربہ جو اس آیت میں بیان ہوا ہے آج ایسے منہاج کا تقاضا کرتا ہے جو موجودہ دور کے ٹھوس ذہن کے لئے عضویاتی طور پر کم شدت رکھتا ہو مگر نفسیاتی لحاظ سے زیادہ موزوں ہو۔ اس طرح کے منہاج کی عدم موجودگی میں مذہبی علم کی سائنسی صورت کا مطالبہ ایک قدرتی امر ہے۔ ان خطبات میں جو مدرس کی مسلم ایسوی ایشن کی خواہش پر لکھے گئے اور مدرس، حیدر آباد اور علی گڑھ میں پڑھے گئے، میں نے کوشش کی ہے کہ اسلام کی فلسفیانہ روایات اور مختلف انسانی علوم میں جدید ترین تحقیقات کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلام کے مذہبی فکر کی تشكیل نو کروں تاکہ میں، جزوی طور پر ہی سہی، اس مطلبے کو پورا کر سکوں۔ اس طرح کے کام کے لئے موجودہ وقت نہایت موزوں اور مناسب ہے۔ کلاسیکی فرکس نے اب اپنی ہی بنیادوں پر تقيید شروع کر دی ہے۔ اس تقيید کے تیتجے میں اس قسم کی مادیت جسے ابتدائی میں اس نے ضروری سمجھا تھا تیزی سے غائب ہو رہی ہے۔ اب وہ دو نہیں جب مذہب اور سائنس اپنے درمیان ایسی ہم آہنگیوں کو ڈھونڈ لیں گے جن

کا بھی تک وہم و گمان بھی نہیں۔ تاہم یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ فلسفیانہ فکر میں قطعی اور حتمی نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ جوں جوں علم آگے بڑھتا ہے اور فکر کے نئے افق کھلتے چلے جاتے ہیں۔ اس امر کا امکان ہے کہ شاید کتنے ہی دوسرے نظریات، ان خطبات میں پیش کئے گئے خیالات سے بھی زیادہ مکرم ہوں جو آئندہ ہمارے سامنے آتے رہیں گے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم فکر انسانی کے ارتقاء پر بڑی احتیاط سے نگاہ رکھیں اور اس کی جانب ایک بے لگ تعمیدی رویہ اپنائے رکھیں۔“

لمحہ فکر یہ

1930 میں علامہ محمد اقبال کا بر صغیر کے مسلمانوں کے احیاء شخص میں کلیدی کردار تھا۔ خالق کل کی کائنات میں انسانی فلسفیانہ فکر میں قطعی اور حتمی نام کی کوئی شے نہیں۔ جوں جوں علم آگے بڑھتا ہے فکر کے نئے افق کھلتے جاتے ہیں۔ اس امر کا امکان ہے کہ کتنے دوسرے نظریات ان خطبات میں اپنے افکار سے زیادہ مکرم ہوں جو ہمارے سامنے آتے رہیں گے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم فکر کے ارتقاء پر احتیاط سے نگاہ رکھیں۔

سوالات:

○ کیا علامہ کے ان خطبات میں 90 سال پہلے لکھے گئے افکار میں کوئی ارتقاء ہوا ہے؟

○ کیا علامہ کی فکری جہد کے ساتھ فکر اسلامی کی وضاحت کامل ہو گئی تھی؟

○ کیا درجہ دید کی صوفی طرز فکر کی زندگی علامہ کے ”زندگی عمل“ میں کہیں مقام رکھتی ہے۔

### صوفی طرز تعمیر انسان سے متعلق افکار

#### صوفی طرز تعمیر انسان

(1) صوفی طرز زندگی کو عام طور پر خلوت، اپنی ذات پر ترکیز اور ایک اعلیٰ کل سے رابطہ کی لگن ہوتی ہے۔ یہ سوچ خالصتاً صوفی فرد کی ذات تک محدود رہتی ہے اور اس میں عمل کی اہمیت نہیں رہتی۔ اعلیٰ ترین تصور جو عمل کی بنیاد نہیں بنتا وہ بے معنی خیال ہے۔

(2) صوفی سوچ سے ’محبت‘ کے پیغام کا دعویٰ بے معنی رہے گا جب تک یہ دعویٰ انسانی تعلقات میں عملی طور پر نہیں ظاہر ہوتا۔ محبت کوئی مجرد شے نہیں جو صرف رسومات سے پوری ہو بلکہ عملی تعاون اور عملی ذمہ داری سے پورا ہوتا ہے۔



## ٹکنیکل ایجوکیشن

تحریر: انجینئر عزیز غنی

آج کل کی دنیا میں کسی ملک کی ترقی میں سائنس اور ٹکنالوجی نے مرکزی حیثیت حاصل کر لی ہے۔ بیانادی لیوں پر ہمیں مختلف سکرر کے حامل افراد مثلاً لوہار، ترکھان، پلمر، معمار، الکٹریشن، موڑ مکینک وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے اوپر ہر قسم کی فیکٹریوں میں اور پراجیکٹس پر کام کرنے والے اور انفارا سٹر کچر کی تعمیر و دیکھ بھال کے لیے ماہر افراد، تیل، گیس اور انرجی کے شعبے میں کام کرنے والے Experts اور پھر گلیدی مکملوں میں Research Development کے لیے خصوصی تعلیم یافتہ اور ٹرینڈ افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ تبھی ممکن ہے جب ملک میں ہر لیوں پر ایسے افراد کی تعلیم اور ٹریننگ کا خاطر خواہ نظام موجود ہو، لیکن موجودہ صورت حال اس کے برعکس ٹکنیکل سکوالز اور انسٹیٹیوٹس ملکی ضروریات پوری کرنے کے لیے Gear up ہوں۔

— ہے۔

ہماری تعلیم میں Learning کا عنصر ہے ہی نہیں۔ تعلیمی نصاب اور معیار ملکی ضروریات کے مطابق نہیں ہے۔ Skills Training انسٹیٹیوٹس بہت کم ہیں، جو ہیں نہایت ناکافی۔ مثلاً پاکستان ایک زرعی ملک ہے لیکن یہاں زرعی شعبہ سے متعلق افراد کی ٹریننگ کے لیے سہولیات نہ ہونے کے باوجود یہیں، یا یہیں بھی تو نہایت غیر معیاری، Out dated، نتیجہ ہماری ہر قسم کی زراعت تیزی سے تنزلی کا شکار ہے۔ کسان بے حال ہے۔ ملکی ضروریات پوری کرنے کے لیے مختلف اجناس درآمد کرنے پر اربوں ڈالر سالانہ صرف ہو رہے ہیں۔

یہ تو ایک مثال ہے۔ بیشتر شعبوں کا یہی حال ہے۔ صحیح ٹرینڈ افراد نہ ہونے کی وجہ سے، طریقہ کار پرانے، Production کم اور غیر معیاری، لاگت زیادہ جس کی وجہ سے ہمارے صنعت کا روسرے ممالک سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔ قبل ستائش شعبے بھی ہیں



مثلاً ٹیکسٹائل، سرجیکل آلات، سپورٹس گلڈز، لیدر گلڈز جہاں معیار میں بدرجہ باہتری آئی ہے۔

پاکستانی ایک نہایت ذہین اور مختنی قوم ہیں، راستہ دکھانے کی ضرورت ہے اور وہ راستہ تعلیم کے ساتھ ساتھ Skills ٹریننگ حاصل کرنے کا ہے جس کے لیے صحیح راہنمائی نہیں کی گئی۔

ٹیکنیکل سکولز بنائے گئے لیکن ناکافی، جو ہیں بے تو جبی کی وجہ سے ان سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو سکے۔ نہ ہی عوام کو اس ضروری تعلیمی شعبہ کی طرف مائل کیا جاسکا ہے۔ ٹیکنیکل تعلیم اور سکلر ٹریننگ کی افادیت سے متعلق لوگوں کو بتایا ہی نہیں گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان سکولوں میں بیشتر صرف وہی طلباء داخل ہوتے ہیں جو کہیں اور داخل نہیں ہو سکتے۔

آج کل مشینی دور میں تعلیم کے ساتھ ساتھ کوئی سکل سیکھے بغیر آگے بڑھنا مشکل ہو گیا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں چھوٹی بڑی مشینوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ مثلاً میڈیا کل کا شعبہ ہی لے لیں، ہر مرض کے علاج کے لیے ڈاکٹر کوئی سنبھالنے سے نہیں کامیاب ہے۔ ایکسرے، الٹر اساؤنڈ، ہی ٹی سکین، ڈائسیز، سرجیکل آلات اور اب ویٹیلیٹر زایک سے ایک بڑھ کر مشینیں بن رہی ہیں۔ افسوس کہ ہمارے ملک میں یہ مشین بنانے والے انجدیز تو دور کی بات، ان مشینوں کی دیکھ بھال کے لیے بھی ہر مند افراد کا ملنا مشکل ہے۔

سکولوں میں نچلے لیوں کی سکلز کی تعلیم میں رکاوٹ کا ایک بہت بڑا مسئلہ جس کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی وہ یہ ہے کہ کام کرنے والے افراد کو چاہے وہ کتنے ہی ہرمند کیوں نہ ہوں، معاشرے میں عزت کا وہ مقام نہیں دیا جاتا جو کہ دفتر میں کام کرنے والے بابو کو۔ یہ ایک Taboo ہے اور نسلوں سے چلا آرہا ہے جس کو دور کرنا بہت ضروری ہے۔ ایک ہرمند انسان ایک بابو سے بہت زیادہ مختنی ہوتا ہے، بہت زیادہ کام کرتا ہے، بہت زیادہ کماتا ہے لیکن معاشرے میں اس کو عزت کا مقام نہیں ملتا۔ اس لیے ماں باپ بچوں کو مختلف ہر سکھانے والے اداروں میں تعلیم دلوانے سے کتراتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ نچلے لیوں پر کام کرنے والے ہمارے تمام ورکر مثلاً لوہار، ترکھان، پلبر، معمار، الیکٹریشن، موڑ ملکیں سب اپنے سینئر (استاد) سے کام سیکھتے ہیں۔ انہوں نے کسی ٹیکنیکل سکول سے تعلیم حاصل نہیں کی ہوتی جس کی وجہ سے ان کو کام کی نوعیت

اور اہمیت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ نتیجہ غیر معیاری کام۔ کبھی نو تعمیر شدہ اسمبلی بلڈنگ کی چھتیں لیکر کرنے اور کبھی نئے ایئر پورٹ کی چھت اڑانے اور بارش کے پانی سے لاوانخ بھر جانے کی خبریں سننے میں آتی ہیں۔ ہمارے ادارے کے راستے میں لہڑاڑ روڑ کے دونوں طرف بنے ہوئے اونچے اونچے فٹ پاتھ اور ان کے نیچے برساتی نالے جن میں بارش کا پانی کبھی جا ہی نہیں سکا اور جو بننے سے پہلے ہی کچرے سے بھر گئے، غیر معیاری

بہت سے کاموں میں سے ایک مثال ہے۔ انہی وجوہات کی بنا پر ہماری سکلنز لایبر کو بیرونِ ملک دوسرے ترقی پذیر ملکوں کی سکلنز لایبر کے مقابلہ میں اکثر کم تر درجہ دیا جاتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر لیول پر سکلنٹرینگ کے ادارے قائم کیے جائیں۔ طلباء کو اس طرف راغب کیا جائے اور ساتھ ساتھ میٹرک لیول تک ایک ٹینکنیکل مضمون کی پڑھائی لازم قرار دی جائے تاکہ ہمارے آدھے طلباء جو میٹرک کے بعد تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے، میٹرک کے بعد کچھ کرنے کے قابل ہو جائیں اور سیکھے ہوئے سکل کے شعبے میں کام کر کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

ایک اور بات جس کی طرف توجہ دلانا بہت ضروری ہے کہ انسان تعلیم کے ساتھ ساتھ تجربے، مشاہدے اور اپنے سینئر ز سے بہت کچھ سیکھتا ہے بلکہ اس کے بغیر تو تعلیم مکمل ہی نہیں ہوتی۔ ہوا یہ کہ پاکستان میں بھی چند ہائیوں میں مختلف پراجیکٹس اور انڈسٹریز کے قیام کے بعد کاموں کا کچھ ایسا کال پڑا کہ تمام تجربہ کا رلوگ ریٹائر ہو گئے اور اب جو نئے انجینئرز، ٹینکنیشنر اور انڈسٹریز کے قیام کے بعد کاموں کا اور یونیورسٹیوں سے نکلتے ہیں ان کے لیے پریکٹیکل ٹریننگ کے دروازے بند ہیں۔ نہ ان کو سکھانا والے تجربہ کا رسینئر ز موجود ہیں، نہ سکیورٹی اور دیگر خود ساختہ وجوہات کی بنا پر کسی بھی پراجیکٹ یا انڈسٹریل یونٹ کے وزٹ کے لیے ان کی رسائی ممکن ہے جس کی وجہ سے ان کو اپنی پریکٹیکل لائف کے آغاز میں اپنی صلاحیت کے مطابق کام کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔

ہمیں بابائے قوم قائد عظم محمد علی جناح کے 27 نومبر 1947 کو کراچی میں ہونے والی آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس میں کہے ہوئے یہ الفاظ یاد کرنے چاہئیں، انہوں نے فرمایا،

”تعلیم کا مطلب رسمی تعلیم نہیں ہے۔ ہمیں جو کرنا ہے وہ یہ ہے کہ ہم لوگوں کو متحرک کریں اور آئندہ نسل کے کردار کو مضبوط بنائیں۔ اپنی معاشی زندگی کو مستحکم بنانے کے لیے اپنے لوگوں کو سائنسی اور تکنیکی تعلیم میں تربیت دینے کی فوری اور اشد ضرورت ہے۔ نیز ہمیں چاہئے کہ ہمارے لوگ سائنس، کامرس، تجارت اور صنعتی شعبوں میں عمدہ منصوبہ بندی کے ساتھ آگے آئیں۔ لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ہمیں ایک الیٰ دنیا سے مقابلہ کرنا ہے جو اس سمت میں بہت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ میں اس بات پر زور دوں گا کہ تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم پر زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے۔“



## تربيت یافتہ لیبر کے مسائل اور ان کا حل

(عند لیب تبسم، پیغمبر، فائن آرٹس، پنس سلطانہ ڈگری کالج برائے خواتین)

تربيت یافتہ لیبر افرادی قوت کا ایک طبقہ ہے جسے معمول کے کاموں سے کہیں زیادہ پیچیدہ جسمانی یا ذہنی کاموں کو انجام دینے کے لئے جانکاری، تربیت اور تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ تربیت یافتہ لیبر عام طور پر اعلیٰ تعلیم، مہارت کی سطح اور تربیت اور تجربہ کی خصوصیات کے حامل ہوتی ہے۔ ایک ہنرمند کارکن نوکری سے متعلق اپنی صلاحیتیں سیکھتا ہے۔ ہنرمند مزدوروں کی مثالوں میں انجینئرز، سائنس دان، موسیقار، سافٹ ویرڈ ویلپرز، پیرامیڈیکس، پولیس آفیسرز، سپاہی، معالج، ٹرک ڈرائیور، کارگر، باورچی اور اکاؤنٹنٹ شامل ہیں۔

مشین، معیشت میں ایک مضبوط قدم اٹھانے لگی جس کی وجہ سے اخراجات کم ہو گئے اور زیادہ منافع حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے ماکان نے اہم وجوہات کی بنابر اجرت کو کم کر دیا۔ مشینیں پیداواری عمل کوست بنا رہی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب وقت خاص طور پر سخت ہوتا کاروبار میں رہنے کے لئے اجرتوں میں کمی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

چونکہ جاہز میں بدلاً اور ترقی ہوتی رہتی ہے لہذا نیم ہنرمند، غیر ہنرمند، اور ہنرمند مزدور کی طلب کو سمجھنا ضروری ہے۔ ان کے مسائل کا کوئی جادوئی حل تو نہیں ہے لیکن کمپنیاں، مسائل کو دور کرنے کے لئے اقدامات کر سکتی ہیں۔ جیسے کہ:

○ اجرت میں اضافہ۔

○ موجودہ کارکنوں کو با اختیار بنائیں۔

○ ورک فلوکا انتظام کریں۔

○ ٹینکالوجی کے خلا کو پر کرنے کے ساتھ ساتھ مزدور طبقہ کو بھی اہمیت دیں۔

○ بے روزگاری کا خاتمه۔

تربيت یافتہ لیبر کے مسائل کو حل کر کے ہم قوم کے معیار کو بھی بہتر کر سکتے ہیں۔

## زراعت اور لیبر کے مسائل اور ان کا حل

(مسازام بی بی، تعلیمی کونسلر، جسٹس یوسف صراف سینٹر)



پاکستان ایک زرعی ملک ہے۔ اس کی بیشتر دیہی آبادی کا انحصار زراعت پر ہے۔ زراعت پاکستان کی بنیادی صنعت کا درجہ رکھتی ہے۔ اس لئے زراعت کو ملکی معیشت میں ریڑھ کی بڑی کھا جاتا ہے۔ مجموعی طور پر پاکستان کی زراعت چھوٹے کسانوں پر مشتمل ہے۔ جو پانچ فصلیں اگاتے ہیں اور کم صلاحیت جانوروں کی بڑی تعداد کو پالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فصلوں اور جانوروں کی پیداواری صلاحیت جمود کا شکار ہے۔ سیم و تھور، وسائل کا کم استعمال، قدرتی آفات، مہنگا اور غیر معیاری بیج، کسانوں کی ناخواندگی، قرضوں کی ناکامی، پانی کی کمی اور غیر معیاری کھاد اور ادوایات کا استعمال

زراعت کے اہم مسائل ہیں۔ ان مسائل نے کسانوں کی زندگی کو بہت مشکل بنادیا ہے اور کسان بڑی مشکل سے اپنی زندگی کی گاڑی کھینچ رہا ہے۔ اس کو اس کی محنت کے حساب سے معاوضہ نہیں مل رہا ہے۔ مہنگائی نے پیداواری لاغت کو تشویشناک حد تک بڑھادیا ہے جس کی وجہ سے کسان کو اپنی اجتناس کی بڑی منڈیوں سے خاطرخواہ آمدی نہیں مل پاتی۔

ان مسائل کے حل کے لئے ضروری ہے کہ خواندگی کی سرح کو بڑھایا جائے۔ زرعی ریسرچ کو نسل قائم کی جائے جو نگرانی کے ساتھ ساتھ زرعی ترقیاتی اقدامات بھی کرے۔ غریب کسانوں کو زمین مہیا کی جائے جس سے فصلوں کی پیداوار میں اضافہ اور منافع ہو گا۔ آبپاشی کے نظام کو بہتر کیا جائے۔ فصلوں کو امراض سے پاک اور محفوظ رکھنے کے لئے اقدامات کئے جائیں۔ زرعی اجتناس کو مروجہ طریقوں سے ہٹ کر دیگر طریقوں سے یا مصنوعات کی شکل میں فروخت کرنا زیادہ فائدہ مند ہے۔ ان تجاویز پر عمل کر کے ہم اپنی زرعی پیداوار کوئی گناہ زیادہ بڑھا سکتے ہیں۔

### کسانوں اور مزدوروں کے مسائل اور ان کا حل

کسانوں اور مزدوروں کے مسائل ملتے جلتے ہیں۔ مزدور کی زندگی بھی مشکلات میں گھری ہوئی ہے۔ مزدور کو اس کی محنت کے مطابق اجرت نہیں ملتی۔ بہت سی جگہوں پر ان کی عزت نفس کو مجروح کیا جاتا ہے جس سے وہ مالیوں ہو جاتے ہیں۔ مزدوروں کے پاس وسائل کم ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ اپنی زندگی بڑی مشکلوں سے گزارتے ہیں۔ مزدوروں کا کام دوسرے کاموں کی نسبت زیادہ سخت اور مشکل ہوتا ہے۔

مزدوروں کے مسائل کے حل کے لئے ضروری ہے کہ مزدور کو اس کی اجرت کام کے حساب سے اور وقت پر دی جائے۔ کیونکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے۔ ”مزدور کو اس کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دی جائے“، مزدوروں کے حقوق کی یونیون کے اصول و خوابط پرستی سے عمل کروایا جائے۔ مزدوروں کی زندگی کو آسان اور آرام دہ بنانے کے لئے انہیں سہولیات فراہم کی جائیں۔ زراعت اور لیبر کے مسائل کا حل ملکی ترقی کا ضامن ہے۔

### تربیت یافتہ لیبر کے مسائل

(مس نوشانہ خالد، لیکچر ار، علم سیاست، پنس سلطانہ ڈگری کالج برائے خواتین)

تو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں..... ہیں تباہ بندہ مزدور کے اوقات

کسی بھی ریاست کی ترقی کا انحصار اس کی افرادی قوت پر ہوتا ہے۔ پاکستان ایک ترقی پذیر ملک ہے اس کو ترقی کی راہ پر گام زن کرنے کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ لیبر کو تربیت یافتہ کیا جائے۔ مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والی لیبر کی تربیت کا خاطرخواہ انتظام کیا جائے۔ لیبر جس قدر تربیت یافتہ ہوگی اتنا ہی زیادہ کام بہتر ہو گا۔

اس ضمن میں بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مزدور طبقہ کوئی کام سکھنے میں جتنا وقت صرف کرتا ہے اور جتنی محنت لگاتا ہے اسے اتنی اجرت نہیں مل پاتی۔ بد قسمتی سے تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ لیبر کے اجرت سکیل میں کوئی خاص فرق نہ ہونے کی وجہ سے تربیت حاصل کرنے پر اتنا زور نہیں دیا جاتا۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ محنت بہت زیادہ کرنی پڑتی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں اجرت انہیں کم ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان کی صحت اور حفاظت کا خاطرخواہ انتظام نہیں کیا جاتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ فیکٹریوں میں مزدور

طبقے کی صحت کے مسائل کو حل کرنے کے لئے طبی عملہ مستعد رہے۔ نیزان کی حفاظت کے لئے بھی مناسب تدابیر اپنائی جائیں۔ ایک اور مسئلہ جو کہ مزدوروں کو درپیش رہتا ہے وہ یہ ہے کہ انہیں اعلیٰ طبقے کے تنخ رویے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اعلیٰ طبقہ ان لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ہر شخص کی عزت نفس ہوتی ہے لیکن بد قسمتی سے مزدور طبقے کی عزت نفس کو روند کر رکھ دیا جاتا ہے۔

حکومت کو چاہیے کہ لیبر کے مذکورہ مسائل کو حل کرنے کے لئے مناسب انتظام کرے۔ ان کی مناسب اجرت کا بندوبست کیا جائے۔ اوقات کار کو بھی مناسب رکھا جائے۔ اعلیٰ طبقے کے رویے کو درست کرنے کا بھی انتظام کیا جائے۔ نیزان کی صحت کے حوالے سے بھی مناسب اقدامات کئے جائیں۔ اگر ہم ریاست کو ترقی کرتا دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اپنے مزدور طبقے کی پسمندگی کو ختم کرنا ہو گا۔ ایک مزدور خوش ہو گا تو ملک آگے بڑھے گا۔ لہذا اگر خوشحالی دیکھنی ہے تو مزدور کو خوشحال کرنا پڑے گا۔



## پاکستان میں لیبر کے مسائل اور ان کا حل

(عاصمہ عزیز، تعلیمی کونسل، جشن یوسف صراف سینٹر)

مراعات یافتہ طبقے نے وسائل پر اپنا قبضہ برقرار رکھنے کے لئے انسانوں میں اونچی نیچے کے تصورات پیدا کئے اور رنگ، نسل اور مذہب کی آڑ میں انسانوں کا استھصال کیا گیا۔

پوری دنیا میں اس وقت مزدور طبقے کے اندر دو واضح گروپ رہیں اور غیر رسمی مزدوروں کے نام سے موجود ہیں۔ محنت کشوں کا اپنے حقوق کے حصول کی جدوجہد کا سفر صدیوں پر محيط ہے۔ موجودہ دور میں آٹو میک مشینوں اور تجارت کے بدلتے ہوئے رجحانات اور گلوبالائزیشن نے غیر رسمی مزدوروں کی اصطلاح کو جنم دے کر محنت کشوں کو اسی مقام پر لاکھڑا کیا جہاں سے ان کا سفر شروع ہوا تھا۔

مزدوروں کو ان کی محنت کے مطابق اجرت نہیں ملتی۔ بہت سی جگہوں پر ان کی عزت نفس کو مجرور کیا جاتا ہے۔ ایسے مزدور اپنے بچوں کو جب اچھے سکول اور کالج میں نہیں بھیج سکتے یا انہیں مناسب تعلیم نہیں دلواپاتے تو پھر وہ اپنے بچوں سے کام لینے لگ جاتے ہیں۔

مزدوروں کے مسائل کے حل کے لئے ضروری ہے کہ مزدور کو اس کی اجرت قانون کے مطابق دی جائے اور ان کے مزدوری کے اوقات کا رہی متعین اوقات ہی رہیں۔ غرباء کے بچوں کی تعلیم بھی امراء کے بچوں جیسی ہو۔ یعنی یکساں تعلیمی نظام قائم کیا جائے۔

چھینے گئے بے انت نوالوں سے سحر ہوگی  
مزدور ترے ہاتھ کے چھالوں سے سحر ہوگی  
سہی ہوئے جینے کی چکا چوند سے سورج  
اُبھرے گا پسینے کی چکا چوند سے سورج  
خوابوں سے سحر ہوگی، خیالوں سے سحر ہوگی  
مزدور تیرے ہاتھوں کے چھالوں سے سحر ہوگی

زمیون کی میسحائی سے بد لے کا زمانہ

اب درد کی رسوائی سے بد لے کا زمانہ  
مجوری کے افراد حوالوں سے سحر ہوگی  
مزدور ترے ہاتھ کے چھالوں سے سحر ہوگی  
(فرحت عباس شاہ)

## پاکستان میں لیبر کے مسائل اور ان کا حل

(مسز فائزہ ناز، تعلیمی کونسلر، جسٹس یوسف صراف سینٹر)

پوری دنیا کی طرح پاکستان میں بھی مزدوروں کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ مزدوروں کا عالمی دن منانے کا مقصد مزدوروں کے حقوق کے لیے آواز بلند کرنا ہے۔

اس شہر میں مزدرو جیسا کوئی در بدر نہیں  
جس نے سب کے گھر بنائے اس کا کوئی گھر نہیں

پاکستان کے اکثر مزدوروں کا حق مارا جا رہا ہے۔ ہمارے معاشرے میں سب سے زیادہ جسمانی محنت مزدور کرتا ہے اور اس کے باوجود سب سے کم معافضہ بھی اسی کو ملتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہنگائی کے اس دور میں ایک مزدور اتنی کم آمدنی میں اپنے بیوی بچوں کو کیسے پالتا ہے؟ مہنگائی کی رفتار اس قدر تیزی سے بڑھ رہی ہے کہ متوسط اور متول طبقات کے لیے بھی مہینے بھر کے اخراجات پورے کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔

کئی ایسے مزدور بھی ہیں جو یومیہ اجرت پر کام کرتے ہیں اور ان کے حالات عام مزدوروں سے بھی بدتر ہیں۔ کیونکہ انہیں کبھی کام ملتا ہے اور کبھی نہیں۔ اور پورا دن انتظار کے بعد خالی ہاتھ گھرو اپس لوٹا پڑتا ہے۔

مزدوروں کے حقوق اور ان کے انجمن سازی کو قانونی حیثیت حاصل ہوگی، لیکن یہ سب وعدے جھوٹے ثابت ہوئے۔ کھیتوں میں کام کرنے والے بھے اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ سب سے افسوس کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں چالندگی لیبر بہت ہے۔ مجبور بچوں پر ظلم و ستم کر کے ان سے کام کروایا جاتا ہے۔



**تربيت یافتہ لیبر ان کے مسائل اور حل**  
(کہکشاں علی، کالج آف کامرس سلطانہ فاؤنڈیشن)

”محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہے“

ہاتھ سے کما کر حلال رزق کمانا یقیناً ایک نہایت عمدہ اور باعث عزت عمل ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی رزق حلال کمانا پسند فرمایا ہے اور اس کی تربیت اور ترعیب بھی دی ہے۔ اسی سلسلے میں روزاول سے انسان محنت مزدوری کر کے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے رزق کمار ہاہے۔

لیبر کی مختلف اقسام ہیں۔

- |    |                             |    |                           |
|----|-----------------------------|----|---------------------------|
| 1- | جسمانی مشقت کرنے والے مزدور | 2- | ذہنی مشقت کرنے والے مزدور |
| 3- | پیشہ و رمز دور              | 3- | پیشہ و رمز دور            |
| 4- | غیر پیشہ و رمز دور          | 5- | چاند لیبر                 |

لیبرز کی یہ تمام اقسام پاکستان کے جی ڈی پی میں ایک اہم حصہ رکھتی ہیں۔ ان کی بدولت پاکستان کی ترقی ممکن ہے۔ ایک اچھی، تربیت یافتہ، ہنرمند، تعلیم یافتہ لیبر ہی کسی بھی ملک کا اٹاٹہ ہوتی ہے۔ چائے اور جاپان جیسے ملکوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ چائے کی محنتی اور ہنرمند لیبر نے دن رات محنت کر کے اپنے ملک کو ترقی کی جن بلندیوں تک پہنچادیا وہ آج ہمارے سامنے ہے۔ اسی طرح جاپان پر ہیر و شیما اور ناگاساکی کے حملے کے بعد جب ملک تقریباً کامل طور پر تباہ ہو چکا تھا اس وقت وہاں کی حکومت اور لیبر نے ہمت نہیں ہاری اور اپنے ملک کو محض چند ہی سالوں میں دوبارہ سے ترقی یافتہ ملکوں کی صفت میں شامل کر لیا اور آج چائے، جاپان اور مالے شیاء جیسے ملکوں کی لیبر کا شمار دنیا کی بہترین اور محنت لیبر میں ہوتا ہے۔

بہترین لیبر کے حصول کے لئے بہت سے وسائل اور محنت درکار ہوتی ہے۔ بدعتی سے پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں لیبر بہت سے مسائل سے دوچار ہے۔ ان مسائل کی نشاندہی اور ان کا موزوں حل بہت ضروری ہے۔ نکات مذکورہ میں لیبر کے مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے اور ان کا حل بھی دیا گیا ہے۔

بے روزگاری: بے روزگاری آج کل کے دور کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود لوگ نوکری سے محروم ہیں جس کی وجہ سے انہیں اپنی اہلیت سے کم درجہ کی نوکری کر کے اپنے گھر کو چلانا ہوتا ہے جس سے نوجوانوں میں تعلیم کی اہمیت کم ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان میں حوصلہ شکنی اور مایوسی کو بھی حجم لیتی ہے۔

حل: حکومت کو چاہیے کہ بے روزگاری کے اس مسئلے پر قابو پانے کے لئے زیادہ سے زیادہ روزگار کے موقع فراہم کرے تاکہ نوجوانوں کی صلاحیتوں کو ثابت طریقے سے استعمال میں لا یا جاسکے۔ اس کے علاوہ زراعت، صنعت اور کاروبار کو فروغ دیں۔

چاند لیبر: 15 سال سے کم عمر بچوں کو محنت مزدوری پر لگا دینا اور ان کے ساتھ سختی کا برداشت کرنا یقیناً ایک نامناسب فعل ہے۔ جس کی بدولت مختلف جرائم بھی حجم لیتے ہیں۔

حل: تمام بچوں کی تعلیم ریاست کے ذمہ ہونی چاہیے۔ ریاست کو چاہیے کہ کم از کم میٹرک تک ان بچوں کو ماہانہ وظیفوں کے ذریعے تعلیم کی سہولت دے اور میٹر کے بعد ان کی صلاحیتوں کے مطابق نوکریاں فراہم کرے۔

برین ڈرین: برین ڈرین کا مطلب کسی خاص ملک سے اعلیٰ تربیت یافتہ افراد کا ہجرت کر کے دوسرے ملک میں بہتر روزگار کے موقع تلاش کرنا ہے۔ بدعتی سے پاکستان جیسا ملک بھی برین ڈرین کا شکار ہے۔ اس سے ہمارا ملک ذہین لوگوں سے محروم ہو رہا ہے۔ جو کہ آگے بڑھ کر ملک کا نام روشن کرنے کے اہل تھے۔

حل: ملک میں امیر غریب، سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں تعلیم کا نصباب اور طریقہ کاریکسائ ہونا چاہیے اس کے علاوہ انگلش میڈیم، اردو میڈیم طرز تعلیم پر بھی غور کیا جانا چاہیے کیونکہ یہ ملک میں نسل پرستی کو فروغ دیتا ہے اور امیر اور غریب میں امتیازی سلوک کی وجہ بتا ہے۔

اپنے ملک میں نوجوانوں کو عملی طور پر ملک کی تعمیر میں حصہ ڈالنے کا موقع دیا جائے۔ سکول، کالج اور یونیورسٹی لیوں پر مختلف مقابلوں اور سرگرمیاں کرائی جائیں۔ جن میں طلباز یادہ سے زیادہ حصہ لیں اور اپنی صلاحیتوں کو سب کے سامنے لائیں۔ ان مقابلوں اور سرگرمیوں میں بہترین، نمایاں کارکردگی دکھانے والوں کو ان کی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے موقع فراہم کر کے برین ڈرین سے بچا جاسکتا ہے۔

وسائل کی کمی: وسائل کی کمی جیسا کہ آمدورفت کے، کام کرنے کے اوقات کا زمانہ کام کرنے کی جگہ کامحول، خواتین لیبر کو درپیش مسائل، جاپ سیکیورٹی، صحت کے مسائل، لسانی اختلافات، اقرباء پروری، رنگ نسل کے اختلافات، تجربہ کار اور غیر تجربہ کاری لیبر کی بنیاد پر تضاد، ملازموں کی انشورنس، ملازمت چھوڑنے کے بعد کے مسائل، ریٹائرمنٹ، کم آمدنی، الہیت سے کم تباہ پر اور اس طرح کے بے شمار مسائل جو لیبر کو درپیش ہیں ان کے آگے بڑھنے اور ترقی حاصل کرنے میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

حل: ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ملازمتوں کی جگہ پر لیبر یونیون کا ہونا ضروری ہے تاکہ بروقت ان کے مسائل انتظامیہ تک پہنچائے جاسکیں اور کسی بھی قسم کی غیر موزوں صورت حال سے بروقت نہ شا جاسکے۔ اس کے علاوہ اولاد انجینئرنگ، پیش فنڈ، ملازموں کی انشورنس، اوقات کار میں پچ، آن لائن کام اور بہترین ماخول جیسی سہولیات لیبر کے مسائل بہت حد تک کم کرنے میں مدد کر سکتی ہیں۔

نوجوان کسی بھی ملک کی ترقی میں نہایت کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی صلاحیتوں کو TIK TOK، PUBG FACE BOOK جیسی وقت کا ضیاع کرنے والی چیزوں میں ضائع کرنے سے بچانا ہوگا، اس کے لئے عوام حکومت اور باقی تمام اداروں کو سنجیدگی سے اقدامات لینے چاہئیں۔ تاکہ پاکستان کی لیبر بھی چائے اور جاپان کی طرح اپنے ملکوں کو ترقی کی منازل پر لے جاسکے۔

## ترتیب یافتہ لیبر کے مسائل اور ان کا حل

(صماںیہ افتخار، گرلنڈ ہائی سکول، سلطانہ فاؤنڈیشن)

ترتیب یافتہ افراد ان کو کہا جاتا ہے۔ جو پڑھے لکھے تو نہیں ہوتے مگر ان کو اپنے کام میں مہارت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک مزدور جو گھر بناتا ہے وہ آر کی شیکٹ تو نہیں ہوتا لیکن اسے سالوں یہی کام کرنے کا بہتر تجربہ ہوتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جسے ٹھکرایا نہیں جا سکتا کہ دنیا کی بہت ساری قوموں اور مہذب سوسائٹیوں میں مزدور اور مزدوری کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا رہا ہے اور مزدور کے حقوق کا استھصال کیا جاتا رہا ہے لیکن اسلام ہی تھا جس نے مزدور کو عظمت بخشی اور مزدور کو حقوق عطا کئے۔ اسلام نے جہالت میں ڈوبی ہوئی دنیا کے رہنے والوں کو بتایا کہ مزدوروں کو حقارت سے مت دیکھو مزدوری تو اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ رزق حلال کمانے والا مزدور تو اللہ کا پیارا ہوتا ہے۔ دن بھر محنت کرنے والا مزدور جب تھک ہار کر سوتا ہے تو اسے بخشش کا پروانہ دیا جاتا ہے۔

علامہ اقبال نے کیا خوب ارشاد فرمایا

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو  
کاخ امراء کے درودیوار ہلا دو  
جس کھیت سے دہقان کو میسر نہ ہو روزی

اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو  
مزدوری تو انسانیت کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی کی ہے۔ مزدوری تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کی ہے مزدوری تو کائنات کے سردار حضرت محمدؐ نے بھی کی ہے۔ اگر محنت و مزدوری عارکی بات ہوتی یا نفرت والا عمل ہوتا گھٹیا کام ہوتا تو اللہ کے نبی کبھی محنت و مزدوری نہ کرتے۔  
تربيت یافته مزدور کے مسائل اور ان کا حل

ہر انسان خصوصاً مزدور کو لازماً کوئی ایسا کام اختیار کرنا ہوتا ہے جس سے آمدنی حاصل ہوتا کہ وہ اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات پوری کر سکیں۔ زندگی کی ضروریات یعنی غذا، لباس، رہائش، تعلیم، علاج اور اگر ممکن ہو تو تفریح کے اخراجات پورے کرنے کے لئے محنت و مزدوری اولین شرط ہے۔ گویا ایک کامیاب عملی زندگی گزارنے کے لئے کسی پیشے کا انتخاب کر کے اسے اپنانا چاہیے۔ تربیت یافته مزدور کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ ملک کی نامور اور اچھی کمپنیاں ان کی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے انہیں نوکری نہیں دیتیں دوسرا یہ کہ ان کو اپنی محنت کا معاوضہ اچھا نہیں ملتا ایک پڑھے لکھے شخص کی نسبت ان کی آمدنی بہت قلیل ہوتی ہے۔ تربیت یافته افراد کو اپنی مہارتوں کا مظاہرہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔ حکومتی سطح پر اس مسئلے کو حل کیا جانا چاہیے اور ان افراد کو ان کی مہارت کی بنیاد پر معاوضہ دیا جانا چاہیے یا پھر ان کو آسان اقسام پر فرضہ فرائم کیا جانا چاہیے تا کہ وہ خود کار و بار کر سکیں اور معاشرے میں سراٹھا کر چل سکیں۔

تربیت یافته مزدوروں کے چیزیں چیزیں مسائل درج ذیل ہیں۔

اجرت، زائد کام پر اجرت نہ دینا، طبی سہولیات کی کمی، وردی اور شوز، کام کے دوران حادثہ، ایڈوانس اور جدید تربیت، انشورنس، اولڈ انجینیفٹ ہر سال طبی معائضہ۔

اگر مزدور کے ان مسائل کو حل کیا جائے تو ہمارا مزدور جو ہمیں آسانی پہنچانے کے لئے کام کرتا ہے وہ بھی اچھی زندگی گزرنے کے قابل ہو سکتا ہے۔



## تربیت یافته مزدور کے مسائل اور ان کا حل مزدور کی تعریف

تحریر: ناظمہ شاہین      معلمہ: سلطانہ فاؤنڈیشن پرائمری سکول

مزدور کی تعریف:

ہر کام کرنے والے شخص کو مزدور کہا جاتا ہے۔ اس دنیا میں ہر انسان مزدور ہے لیکن کام کرنے کی نوعیت مختلف ہے اگر ایک شخص کسان ہے تو دوسرا ڈاکٹر کوئی درزی ہے تو کوئی چرواحا۔ ہر شخص زندگی گزارنے اور خاندان کی کفالت کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی کام کرتا ہے یہی مزدوری ہے۔

تربیت یافته مزدور ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو پڑھ لکھ کر کوئی نہ کوئی کام انجام دے رہے ہوں یعنی اگر ان کو اپنے معیار کے مطابق کوئی کام نہ مل سکے تو وہ زندگی گزارنے کے لئے کسی بھی قسم کی محنت مزدوری کر کے اپنی ضروریات زندگی پوری کر سکیں ان لوگوں کو درج ذیل مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ہنر کی کمی:

تعلیم یا تربیت یا فہرست لوگوں کا سب سے بڑا مسئلہ ہنر کی کمی ہے کیونکہ دوران تعلیم ان کو کوئی ایسا فن یا ہنر سکھایا جاتا تاکہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اگر ان کو کوئی معیاری نوکری نہیں ملتی یا ان کے مسائل اتنے محدود ہیں کہ وہ اپنا کوئی کاروبار نہیں کر سکتے جو ان کے ہاتھ میں کم از کم اتنا ہنر ہو کہ وہ کوئی کام انجام دے کر اپنے لئے روزگار کام کسیں اور اپنے خاندان کی کفالت کر سکیں۔ پڑھے لکھے لوگ اگر ہنرمند ہوں تو معاشرہ زیادہ ترقی کر سکتا ہے۔

روزگار کی کمی:

ایک پڑھا لکھا شخص ہمیشہ کسی اچھے سرکاری یا پرائیویٹ ادارے میں نوکری کا خواہش مند ہوتا ہے لیکن جب اس کو اپنے معیار کی نوکری نہیں ملتی تو وہ اپنے آپ کو بے کار سمجھتا ہے۔ وہ اپنے ذہن کو کوئی دوسرا کام کرنے کے لئے تیار نہیں کر سکتا کیونکہ پڑھائی کے دوران اس نے اچھے اچھے خواب دیکھے ہوتے ہیں۔ وہ بے کار رہ کر اپنا وقت ضائع کرتا ہے۔

معاشی حالات کی خشی:

جب ایک پڑھا لکھا شخص بے روزگار رہے گا تو اس کے معاشی حالات بھی بہت خراب ہو جاتے ہیں اس کے پاس اتنے وسائل نہیں ہوتے کہ وہ اپنا کاروبار وغیرہ شروع کر سکے۔

عزت نفس:

اپنی سفید پوٹی کا پورا بہم رکھتا ہے۔ وہ اپنی عزت نفس کو کسی حالات میں بھی مجروم عنیں کرنا چاہتا کیونکہ وہ کسی ہوٹل میں برلن دھونے یا ریڈھی لگائے تو لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اس طرح وہ بہت زیادہ پریشان حال رہتا ہے۔

معاشرے کا رد عمل:

پڑھے لکھے لوگ اگر کسی اچھے عہدے پر فائز ہوں گے تو لوگ ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے لیکن اگر ان کے پاس کوئی اچھا کاروبار یا نوکری نہیں ہوگی تو لوگوں کی نظروں میں بھی ان کو کوئی عزت نہیں ہوگی اور نہ ہی اپنے خاندان اور رشتہ داروں کا برتاؤ ان کے ساتھ اچھا ہو گا۔

احساسِ مکتری:

ایک پڑھا لکھا شخص جس کے خواب پورے نہیں ہوتے تو وہ احساسِ مکتری کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کے ذہن میں منفی خیالات آنا شروع ہو جاتے ہیں وہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے۔ معاشرے سے انتقام لینے کے لئے یا تو وہ مجرم بن جاتا ہے یا پھر نہ شروع کر دیتا ہے۔ جو اس کو تباہی کی طرف لے جاتے ہیں۔

مسائل کا حل:

1۔ پڑھے لکھے لوگوں کو حکومتی سطح پر ان کی الہیت کی بنابر ترجیح دیتی چاہئے۔

2۔ نصاب میں مل سطح پر ہنرمندی کے مضمون شامل کر دینے چاہئے تاکہ میٹرک پاس کرنے کے بعد باہر افراد سامنے آئیں۔

3۔ حکومتی سطح پر لوگوں کو کاروبار شروع کرنے کے لئے آسان شرائط پر قرضوں کی فراہمی کو یقینی بنانا چاہئے۔

4۔ پڑھے لکھے لوگوں کو ہنرمندی کے زیادہ سے زیادہ موقع فراہم کرنے چاہیں تاکہ وہ معاشرے پر بوجھ بننے کی بجائے اس کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

5۔ ان افراد کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔



## وعدہ تعمیر پاکستان اور خودا حتسابی

محمد پرویز جگوال (ریسرچ سکالر)

پاکستان 14 اگست 1947ء کو ایک آزاد مسلم ریاست کے طور پر دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔ قیام پاکستان کیلئے جہاں سیاسی جدوجہد تاریخ میں قلم بند ہے وہیں ہزاروں افراد کا خون کا بھی ارض پاک کی بنیادوں میں شامل ہے۔

بر صغیر ہندوستان پر انگریزوں کے قبضے کیخلاف مسلمانوں نے لاتعداد تحریک چلا کیں لیکن قائد اعظم محمد علی جناح کی مدد برانہ قیادت میں پاکستان کے قیام کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا اور آج ہم ایک آزاد فضاء میں سانس لے رہے ہیں۔ آزادی خداوند کی ایک بہت بڑی نعمت ہے، آزادی کی قدر منزلت وہ لوگ بخوبی جانتے ہیں جو آج بھی اغیار کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

## وعدہ تعمیر پاکستان

اسلامی ریاست کے قیام کی خواہش، اسلامی معاشرے کا قیام، اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا تحفظ، اسلامی جمہوری نظام کا نفاذ، دو قومی نظریہ کا تحفظ، اردو زبان کا تحفظ و ترقی، مسلم تہذیب و ثقافت کی ترقی، مسلمانوں کی آزادی، مسلمانوں کی معاشی بہتری، مسلمانوں کی سیاسی و معاشی ترقی، ہندوؤں کے تعصب اور کانگریس سے نجات، رام راج اور انگریزوں سے نجات، پرانی فضاء کا قیام، اسلام کا قلعہ، ملی و قومی اتحاد اور اتحادِ عالم اسلام تعمیر پاکستان کے اجزاء ہیں۔

## دو قومی نظریہ

قیام پاکستان کیلئے اٹھنے والی تحریک مسلمانوں کے قومی تشخص اور مذہبی ثقافت کے تحفظ کی وہ تاریخی جدوجہد تھی جس کا بنیادی مقصد مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اور بحیثیت قوم شناخت کو منوانا تھا جس کیلئے ایک الگ مملکت کا قیام ناگزیر تھا۔

بر صغیر میں حضرت مجدد الف ثانی پہلے بزرگ تھے جنہوں نے دو قومی نظریہ پیش کیا اس کے بعد شاہ ولی اللہ، سر سید احمد خان، علامہ اقبال اور دیگر علمائے کرام نے نظریہ پاکستان کیوضاحت پیش کی جبکہ برصغیر میں مختلف مسلم ادارے اسی دو قومی نظریے کی بنیاد پر قائم ہوئے اور کئی تحریکیں اسی نظریے کے پر چار کے لیے معرض وجود میں آئیں۔

## تاریخی پس منظر

بادی النظر میں تحریک پاکستان کا باقاعدہ آغاز 23 مارچ 1940ء کے جلسے کو قرار دیا جا سکتا ہے لیکن اس کی اصل شروعات تب ہوئی جب مسلمانوں ہند نے کانگریس سے اپنی راہیں جدا کیں۔ 1930ء میں علامہ اقبال نے الہ آباد میں باضابطہ طور پر برصغیر کے شمال مغرب میں جدا گانہ مسلم ریاست کا تصور پیش کیا اور چوہدری رحمت علی نے اسی تصور کو 1933ء میں پاکستان کا نام دیا۔ سندھ مسلم لیگ نے 1938ء میں اپنے سالانہ اجلاس میں برصغیر کی تقسیم کے

حق میں قرارداد پاس کی۔

قائد اعظم 1930ء میں الگ مسلم مملکت کے قیام کی جدوجہد کا فیصلہ کر چکے تھے اور 1940ء انہوں نے قوم کو بھی اس کیلئے ذہنی طور پر تیار کر لیا۔ 23

ماچ 1940 کو لاہور میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس کے مطابق مسلمانان ہند انگریزوں سے آزادی کے علاوہ ہندوؤں سے بھی الگ ریاست چاہتے تھے۔ جبکہ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے قراردار لاہور کے صدارتی خطبے میں اسلام اور ہندو مت کو مختلف معاشرتی نظام قرار دیا۔

## پاکستان کا قیام

ہندوستان کی سر زمین پر صدیوں مسلمانوں کی حکومت رہی جبکہ ہندو مسلمانوں بادشاہوں کی رعایا رہے تاہم ہندوستان پر انگریزوں کے قبضے کے بعد ہندوؤں نے انگریزوں سے قربت حاصل کر لیں لیکن انگریزوں نے چونکہ مسلمانوں سے اقتدار چھیننا تھا تو اس پر عمل بھی لازمی تھا اس لئے ہندوستان کے مسلمانوں نے انگریزوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں سے الگ ریاست کے قیام کا اعادہ کیا کیونکہ مسلمانوں کو صرف حکومت سے ہی محروم نہیں کیا گیا بلکہ وسائل کے اعتبار سے بھی بہت کمزور کر دیا گیا تھا۔

3 جون 1947ء کو مسلمانان بر صیریک جدوجہد رنگ لائی اور برطانیہ کے آخری وائراء ہند ایڈم رل لارڈ ماونٹ بیٹن نے تقسیم ہند کی تاریخ یعنی 14 اگست 1947ء کا باقاعدہ اعلان کیا۔ مسلمانان ہند کی تاریخ ساز جدوجہد کے نتیجے میں 14 اگست 1947ء کو پاکستان کا وجود عمل میں آیا۔

دسمبر 1946ء میں اپنے دورہ قاہرہ کے دوران قائد اعظم نے قیام پاکستان کو تمام اسلامی دنیا کے مفاد اور عالم اسلام کو مستقبل کے ہندو سامراج سے بچانے کے لیے ایک اہم ذریعہ قرار دیا۔ آپ نے اپنی پرلیس کانفرنس کے دوران فرمایا کہ ”اگر ہندوستان پاکستان نہ بن سکا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسلامی دنیا اور مشرق وسطیٰ کی عرب آبادی بتلائے مصیبت ہو جائے گی اور ہندوستان میں انگریز کے بعد ہندو سامراج قائم ہو جائے گا اور یہ انتہائی خطرناک ہوگا۔ اپنے اس خطاب کے دوران محمد علی جناح نے عالم اسلام کے سامنے ہندو کے خوفناک اسلام دشمن اور توسعہ پسندانہ عزم کا پردہ چاک کیا اور پاکستان کو تمام عالم اسلام کے لیے برطانیہ کے نئے تیار کردہ پھندا سے بچانے کے لیے ڈھال اور قلعہ قرار دیا۔ 26 جنوری 1948ء کو اپنے خطاب کے دوران بانی پاکستان نے فرمایا ”مسلمانوں کے پاس قرآن پاک کی شکل میں تیرہ سو سال قبل سے ایک مکمل دستور موجود ہے۔“ اور پھر 1949ء میں محمد علی جناح کے جانشین قائد ملت اور پاکستان کے پہلے وزیر اعظم جناب لیاقت علی خاں نے بھی قرارداد مقاصد میں اس بات کا اعتماد کیا۔ جسے من و عن دستور پاکستان میں شامل کر دیا گیا جو آج بھی ہمارے آئین کا حصہ ہے۔ الغرض مسلمانوں کی یہ دوسو سال پرانی تحریک کے مقاصد میں قیام پاکستان، اسلامی نظام شریعت کا نفاذ، اتحاد عالم اسلام اور انسانیت کی بقا کے لیے ہندوستان میں ایک وسیع تر اسلامی ریاست کا قیام تھا۔ اس بات کا اعتماد شاہ ولی اللہ سیلے کر بانی پاکستان تک تمام مسلمان قائدین کرتے رہے۔

## وعدہ تغیر پاکستان خود احتسابی

اطور پاکستانی قوم قیام پاکستان کے اغراض و مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں آج خود احتسابی کی ضرورت ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم غور کریں کہ پون صدی میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ مقاصد پاکستان کے حصول کے لئے ہم نے بحیثیت قوم کتنی جدوجہد کی؟ پاکستان کی آزادی بڑی نعمت ہے اور اس کا تحفظ اہل پاکستان کے لئے ایک آزمائش بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو ہر طرح کی نعمتوں اور صلاحیتوں سے مالا مال کیا ہے اور پاکستانیوں کو گونا گون صلاحیتوں سے نواز رکھا ہے، لیکن کئی کمزور پہلو مثلاً جذبائی پن، منقی رجحانات اور اخلاقی اقدار میں کجیاں بھی موجود ہیں۔ بدقتی سے یہ ہمارا رویہ بتا جا رہا ہے۔ معاشرے میں جذبائیت، جوش خطابت، گفتگو میں دلیل و شائستگی کی بجائے ہلکے، اور جتنہ بندی کا رواج پا جانا، یہ طرز معاشرت بتا جا رہا ہے جو کہ دنیا بھر میں ہمارا امتحان ترتیب دے رہا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حادث کا مقابلہ کرنے، نازک ذمہ دار یوں اور آزمائشوں سے عزت کے ساتھ عہدہ برآ ہونے کے لئے پُر عزم رہنے، پُر جوش جذبوں کا اظہار کرنے کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے، لیکن تاریخ گواہ ہے کہ آزمائش، خطرات اور ملک و ملت کو درپیش امتحانات میں داشت مندانہ، فہم و فراست کی بنیاد پر سیاسی و مذہبی قیادتیں رہنمائی کرتی ہیں، وگرنہ جذبائی و ہیجانی کیفیت اور آتش نوائی بہت جلد اپنا اثر کھو دیتی ہے اور مسائل و مشکلات مزید بڑھ جاتے ہیں۔ نظریہ پاکستان حقیقت میں اسلامی نظریہ ہی ہے۔ اس کی جڑیں قرآن و سنت کی تعلیمات سے وابستہ و پیوستہ ہیں۔ اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور قانونی حقوق کے لئے خیر خواہی، ہوش مندی، انصاف و دیانت کا ماحول ناگزیر ہے۔ اسی سے نظریہ پاکستان کا حق ادا ہو سکتا ہے۔

معاشرے میں جب اخلاص، درمدادی، جوابدی اور عدل کی بنیادیں کمزور پر جائیں تو نفسِ نفسی، دہشت، حلال کی بجائے حرام اور ظلم و زیادتی کا ماحول زور پکڑتا ہے۔ مملکت خداد پاکستان میں بھی گزشتہ پون صدی میں ہمارا معاشرہ انھی ضرر رساں عوامل کی لپیٹ میں رہا جس کی وجہ سے ہم وعدہ تغیر پاکستان کی تکمیل نہ کر سکے۔

پاکستان ایسا ملک ہے جس میں مسلم غالب اکثریت کے ساتھ ساتھ، غیر مسلم اقلیت بھی آباد ہے۔ مختلف فرقے اور قویں میں بھی موجود ہیں۔ کلمہ گواسلامیان پاکستان کی مسالک کی بنیاد پر تقسیم بھی ایک کھلی حقیقت ہے۔ اس صورت حال میں نظریہ پاکستان پر پختہ یقین کے ساتھ عمل درآمد، باہمی رواداری اور برداشت ناگزیر ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے جمہوری طرز عمل ہی پائیدار طریقہ ہے۔ قیادت اور نظام کی تبدیلی کے لئے محض جمہوریت اور انتخابات ہی نہیں، بلکہ جمہوری رویوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ شائستگی اور باہمی احترام ہی ملت کی تغیر کے لئے بنیاد بنتے ہیں۔ جوش، جذبہ اور ازالہ امتراشیوں کی بجائے جدوجہد وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے۔

یہ مسلمہ اور عالمگیر حقیقت ہے کہ اقتصادی اور سماجی اعتبار سے مغلوب قوم کو باعزت زندگی گزارنے کے لئے غالب اقوام کے مقابلے میں دو گنا، بلکہ چار گنا محنت اور جانشنازی سے کام کرنا ہوتا ہے۔

آزادی کی جتنی مدت ہم نے گزاری اسی مدت میں ہمارے ساتھ آزادی حاصل کرنے والے ملک تعلیم، صحت، جمہوریت اور اقتصادی ترقی میں ہم سے کہیں آگے نکل گئے ہیں۔ پاکستان کو دوسروں کے ایجادے پر عمل پیرا ہونے سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اس وقت بھی قومی سلامتی، اقتصادی صورت حال، قومی وحدت اور جمہوریت و پارلیمنٹی نظام کے لئے اندر وونی اور بیرونی حقیقی خطرات نوشتہ دیوار ہیں۔

تعیر نواز استحکام، صبر و استقلال، حکمت و دانش، مسلسل جدوجہد اور طویل المیعاد کوشش عمل کی محتاج ہے۔ ان حالات میں پاکستان کی تعمیر و استحکام کے لئے جوش، ہوش، صبر آزماجد و جہد اور امانت و دیانت کی ضرورت ہے۔

سول، ملٹری اور ریاستی اداروں کے تعلقات ترقی، تعیر اور استحکام کے لئے ناگزیر ہیں۔ آئین، قانون، پارلیمنٹ، ریاستی اداروں کے دائرہ کار منعین ہیں، لیکن یہ عجب تماشہ ہے کہ مقدار طبقے کر پیش کریں، عوام کے خون پسینے کی کمائی پر لوٹ مار کریں، اقتدار کے مزے پاکستان میں لوٹیں، لیکن مال و دولت، کار و بار اپنی اولادوں کے نام پر بیرون ملک رکھیں، معاشرے میں ٹھہرا اور استحکام محض جمہوری اقتدار کے کوڑے سے نہیں آسکتا، اس کے لئے رویے اور اسلوب یکسر بد لئے ہوں گے۔

تعیر و استحکام پاکستان کا تقاضا ہے کہ مضبوط نظام کے ساتھ ”اخساب سب کا“ ہو۔ مقدار طبقے انسانوں کو انسان تسلیم کریں، انسانی اقدار کو فروغ دیا جائے، غریب اور امیر کے درمیان بڑھتے فاصلے ختم کئے جائیں۔ پاکستان میں ہر فرد کے لئے عزت کا مقام اور جان و مال کی حفاظت کو یقینی بنایا جائے۔

حاصل گنگلو یہ ہے کہ پاکستان میں یکسوئی اور اعتماد کے لئے قرارداد مقاصد سے راہنمائی لی جائے، آئین پاکستان کی بالادستی پر پختہ یقین پیدا کر لیا جائے، اغیار کی نقلی ہمیں زیب نہیں دیتی۔ ایک قوم بننے کے لئے اپنے قومی نظریے پر اخلاص سے عمل کی ضرورت ہے۔ قیام پاکستان کے مقاصد کو تنازعہ بنانے کی بجائے اتفاق رائے پیدا کر کے یک جان ہو جانا لازم ہے۔ ہمیں سوچنا ہوگا کہ آج ہم 22 کروڑ آبادی ہونے کے باوجود سیلاب کے لائے ہوئے جھاگ

کی طرح بے وزن اور بے وقعت کیوں ہو گئے ہیں؟ ملکی وسائل، صلاحیتیں اور ہنر و محنت حقیقت ہیں، لیکن یہ سب افادیت کھور ہے ہیں، اس کے اسباب کا ازالہ ہی مسائل کا حل ہے۔



## کشمیر کے مسائل اور ان کا حل

(قمرین النساء، سلطانہ فاؤنڈیشن پرائمری سکول)



کشمیر کی صورت حال پر بلائے گئے مشاورتی اجلاس کو پاکستان اور انڈیا دونوں ہی اپنی اپنی سفارتی کامیابی قرار دے رہے ہیں۔ پاکستانی مندوب ملیحہ لودھی کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ کشمیر بھارت کا اندر وی معاملہ نہیں بلکہ یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے اور سلامتی کو نسل میں بھارت کی جانب سے کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر تشویش کا اظہار کیا ہے۔ بھارتی مندوب سید اکبر الدین نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ اجلاس کے دوران کسی بھی ملک نے بھارت کی جانب سے کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی کی نشاندہی نہیں کی۔

پاکستانی حکومت کی جانب سے موقف اختیار کیا گیا ہے کہ 50 سال بعد مسئلہ کشمیر عالمی دنیا کی توجہ کا مرکز بنائے جو کہ پاکستان کی بڑی کامیابی ہے۔ اگر اس پورے معاملے کا جائزہ لیا جائے تو پاکستان کی سفارتی جیت صرف اسی حوالے سے ہے کہ بھارت کی پر زور کوششوں کے باوجود مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی فورم پر اٹھایا گیا۔

**کشمیر کے مسائل کا حل:** کشمیری عوام کو استصواب رائے کا حق دیا جائے۔ اقوام متحده کی نگرانی میں رائے شماری کروائی جائے تاکہ کشمیری عوام کو موقع دیا جائے تاکہ وہ فیصلہ کر لیں کہ بھارت سے الحال چاہتے ہیں یا پاکستان سے۔ بھارت اور روس کی ملی بھگت سے اس مسئلے کو عالمی سطھ پر وینیو کے ذریعے دبانے کی کوشش نہ کی جائے۔

- دو نوں ملک دو طرفہ مذاکرات سے اس مسئلے کا حل تلاش کریں۔ ۰
- کشمیری عوام کی موجودہ جہاد کی کوششیں کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ ۰
- دو نوں ممالک کی خیرخواہی اور عوام کی فلاج کا راستہ یہی ہے کہ موجودہ سرحدوں میں مناسب روبدل کر کے دو نوں ممالک اپنی فوجیں نکال لیں۔ جنگ نہ کرنے کا معاهدہ کریں۔ کشمیریوں کو باہمی رابطے اور تجارت کی آزادی دے دیں۔ ۰
- کارخانے اور فیکٹریاں لگا کر بے روزگاری کا خاتمہ کریں۔ سیاحت کے لئے سڑکیں تعمیر کریں تاکہ کشمیر جنت نظیر کو دیکھنے کے لئے دنیا بھر کے سیاح اس خطے کا رخ کریں۔ ۰

### مسئلہ کشمیر

(رابعہ شاہین، ٹیچر، سلطانہ فاؤنڈیشن پرائمری سکول)

- پس منظر: ریاست جموں و کشمیر تاریخی اعتبار سے ایک قدیم اور نہایت اہم ریاست ہے۔ اسلامی دور حکومت میں اسے ایک صوبہ کی حیثیت حاصل تھی۔ انگریزوں نے کشمیر پر قبضہ کرنے کے بعد اسے 16 مارچ 1846ء کو 75 لاکھ کے عوض مہاراجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ کے حوالے کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی کشمیریوں پر ڈوگر اراج کے بھیانک مظالم کا آغاز ہوا جو بعد ازاں بھارتی مظالم کی شکل دھار گیا جو آج تک جاری ہے۔ ۰

- کشمیر پاکستان کی شہرگ ہے نہ کہ بھارت کا اٹوٹ انگ۔ تاریخی اور جغرافیائی اعتبار سے جائزہ لینے سے ریاست جموں و کشمیر کا درج ذیل عوامل کی روشنی میں یہ فیصلہ دیا جاسکتا ہے کہ کشمیر پاکستان کی شہرگ ہے۔ ۰

- پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور کشمیر کی سرحدیں پاکستان کے ساتھ پندرہ سو کلو میٹر ملتی ہیں عوام کی اکثریت بھی مسلمان ہے جو پاکستان سے الحاق کی خواہش مند ہے۔ چودھری رحمت علی کے لفظ ”پاکستان کی تحقیق میں ”ک، کشمیر سے لیا گیا تھا۔ یہ اس لئے کہ وہ کشمیر کو پاکستان کا حصہ سمجھتے تھے لہذ الفاظ پاکستان کی تکمیل کے لئے بھی کشمیر کا پاکستان کے ساتھ الحاق ضروری ہے۔ ۰

یاران جہان کہتے ہیں کشمیر ہے جنت..... اور جنت کسی کا فرکومی ہے نہ ملے گی

- سیاسی، معاشری، دفاعی، جغرافیائی حتیٰ کہ مذہبی اعتبار سے بھی کشمیر کا الحاق پاکستان کے ساتھ ناگزیر ہے۔ لیکن بھارت اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔ جون 2020 سے بھارت نے مظالم اور تشدد کی انتہا کر دی۔ کرفیو لا کر بھارت نے یہ ثابت کر دیا کہ ہنڑا بھی بھی زندہ ہے جس نے ظلم کی ساری حدیں پار کر دی تھیں۔ موجودہ حکومت بھی مسئلہ کشمیر کو پر امن طریقے سے حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور یہ مسئلہ کئی دفعہ اقوام متحده میں بھی زیر بحث

لایا جا چکا ہے۔ لیکن بھارت اپنی ہٹ دھرمی پر قائم ہے۔ کشمیری مجاہدین ہر قسم کے مظالم برداشت کر رہے ہیں لیکن وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے پر عزم ہیں۔

**دل و نظر کا سفینہ سنہال کر لے جا..... مہ ستارہ ہیں بخ رو جو دمیں گرداب (اقبال)**



## کشمیر کے مسائل اور ان کا حل

(مریم بی بی، ٹیچر، سلطانہ فاؤنڈیشن پرائمری سکول)

بر صغیر پاک و ہند کے شمال مغرب میں واقع ایک ریاست کل رقبہ 69547 مربع میل ہے۔ 1947ء کے بعد ریاست جموں و کشمیر و دھصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس وقت بھارت 39102 مربع میل پر قابض ہے۔ جو کہ مقبوضہ کشمیر کہلاتا ہے۔ اس کا دارالحکومت سری نگر ہے۔ بقیہ علاقہ آزاد کشمیر کہلاتا ہے جو کہ 25 ہزار مربع میل رقبہ پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کا دارالحکومت مظفر آباد ہے۔ ریاست کی کل آبادی ایک کروڑ کے قریب ہے جس میں سے 25 لاکھ کشمیریں ہیں۔ ہندو راجاؤں نے تقریباً چار ہزار سال تک اس علاقہ پر حکومت کی۔ 1846ء میں انگریزوں نے ریاست جموں و کشمیر کو 75 لاکھ روپوں کے عوض ڈوگرا راجہ گلاب سنگ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ کشمیر کی آبادی 80 فیصد مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

## وادی کشمیر کی تلنِ حقیقت

یہ خطہ نہ تو بھارت کا اٹوٹ انگ ہے اور نہ پاکستان کا شرگ ہے بلکہ یہ ایک آزاد ریاست تھی جبکہ چانہ کے بھی یہاں پر تحفظات رہے ہیں۔ یہ خطہ صرف اور صرف کشمیریوں کا ہے اور پیشکش استحکام بھی تب ہی آئے گا جب کشمیریوں کو مختار کل مانا جائے۔ یہ سب کھیل جنت نظیر کے اس نکٹے کو اپنے خطے میں شامل کرنے کا ہے نہ کہ کشمیریوں کی زندگی کے لئے جدوجہد اور اگر ایسا ہی ہے تو آئے دن کی اموات کا ذمہ دار کون ہے؟

کیا ہم انسانیت کی بنیاد پر نہیں سوچ سکتے جب وہاں سے بھارت کشمیریوں کو بارود سے بھون دیتے ہیں اور یہاں پاکستان اپنے مجاہد نما فوجی بھیج کر فسادات کو بھڑکاتے ہیں۔ پچھلے 70 سال سے یہ کھیل جاری ہے اور دونوں طرف سے گولیوں کا نشانہ کشمیری بن رہے ہیں۔ نہ بھارت چاہتا ہے کشمیر کو چھوڑے اور نہ پاکستان چاہتا ہے کہ اس خون کی ہولی کرو کے اور تبادل ڈھونڈے۔ کشمیر تب آزاد ہو گا جب بھارت اور پاکستان دونوں چاہیں کہ آزاد ہو، پھر بے شک جس کے ساتھ ”الحاقد“ کرنا چاہے کر لے یا آزاد ریاست بننا چاہے مختار کل کشمیریوں کو ہی ہونا چاہیے۔

ہاتھوں میں پتھر لئے، شہزادیاں کشمیر کی..... ڈھونڈ نے نکلی ہیں خود، آزادیاں کشمیر کی

کشمیر ضرور آدھو گا۔ انشاء اللہ پاکستان زندہ با کشمیر پاکندہ با

# حب الوطن

تحریر:- رفتہ رشید: اسٹینٹ ایڈیٹر ماہنامہ "امید"

ہر شخص اپنے انداز میں وطن سے محبت کرتا ہے۔ کبھی یہ تعمیری صورت اور کبھی تخریب کاری کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ حب الوطنی ہوتی کیا ہے اور یہ کیسے وجود میں آتی ہے؟ حب الوطنی سے مراد اپنے ملک کی چاہت، اپنے وطن سے پیار، دلیں سے محبت کا اظہار کرنا ہے۔ یہ ایک پیدائشی فطرت ہے۔ یہ ایک جذبہ ہے۔ یہ ایک خواہش ہے اور اس کا اظہار تمام ممکنہ طریقوں سے ملک و قوم کی بے لوث خدمت کرنا ہے۔ حب الوطنی کے جذبے کے تحت ہم اپنے ملک کو دوسرے ممالک پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسی جلت ہے جو ہمارے بڑھنے کے ساتھ ساتھ بڑھتی رہتی ہے۔ یہ ایک اعلیٰ و برتر احساس ہے جس کے تحت ہم سانس لیتے ہیں، کھاتے ہیں، پیتے ہیں۔ حب الوطنی کا جذبہ صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ حیوان بھی اس جذبے سے مبرانہیں۔ وہ بھی اپنے مسکن سے محبت کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی دوسرا جانور چاہے ان کی نسل سے ہو یا کسی دوسری نسل ہو، ان کے مسکن کی طرف اس نیت سے بڑھتا ہے کہ اس پر قبضہ کر لے تو پہلا جانور کمزور ہوتے ہوئے بھی اپنی طاقت و استطاعت کے مطابق مزاحمت ضرور کرتا ہے۔ پھر چاہے احتجاج کرتا ہوا وہ مسکن چھوڑ جائے یا جان سے جائے، وہ بعد کی بات ہے۔



عام طور پر کہا جاتا ہے کہ کوئی چاہے جو طریقہ بھی اختیار کرے، کسی نہ کسی طور حب الوطنی کا جذبہ ضرور رکھتا ہے۔ لیکن یہ بات درست ہے بھی اور نہیں بھی۔ بد قسمتی سے تاریخ میں کچھ غدار اور وطن دشمن ایسے بھی گزرے ہیں جو آج بھی اپنے ہم وطنوں کے درمیان انتہائی نیچ اور گھٹھیا سمجھے جاتے ہیں۔ ان میں اگر ہم میر جعفر، میر صادق کا نام لیں تو بے جانہ ہو گا۔ اگر وطن کی خاطر جان دینے والا ہمیشہ یاد رکھا جاتا ہے تو غدار وطن بھی اسی طرح دلوں میں بدنام رہتا ہے۔ اسی طرح کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے وطن کی خاطر تکالیف جھیلیں، وطن کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کیا لیکن اپنی زندگی میں وطن پر آنچ بھی نہ آنے دی۔ ان ہی عظیم لوگوں میں سپہ سالار ٹیپو سلطان اور سراج الدولہ جیسے قبل فخر سپوت

شامل ہیں جنہیں آج بھی دنیا اچھے الفاظ میں یاد کرتی ہے۔ یہ لوگ تھے جنہوں نے مشکلات کو تو قبول کیا لیکن وطن کی خاطر محمل کے بستروں پر سونا گوارانہ کیا۔ حب الوطنی قومی اتحاد اور سالمیت کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ یہ وطن سے محبت کا احساس ہی ہوتا ہے جو ہمیں اس بات پر ابھارتا ہے کہ ہم اپنے وطن کی ترقی و خوشحالی کے لئے کام کریں۔ یہ وطن کی محبت ہی ہے جو ہماری زندگی میں وطن کے فائدے کو اپنے ذاتی مفاد پر ترجیح دینے کے لئے ایک طاقتور جذبے کو بیدار کرتی ہے۔ اگر کسی ملک کے عوام محبت وطن ہیں تو وہ آپس میں اتحاد سے رہنا پسند کرتے ہیں۔ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کا یہ اتحاد ان کے وطن کی بہتری کے لئے ہے۔ اور انہیں اس بہتری کا شدت سے احساس ہوتا ہے۔ کسی بھی ملک کی مختلف اکائیوں سے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے لوگ ایسے کسی بھی نظریے کو قبول نہیں کرتے جو ان کے ملک کی سالمیت یا قومیت کے خلاف ہو۔ وہ کسی بھی غیر ملک کے پروپیگنڈہ سے کسی بھی طور متأثر نہیں ہوتے۔ درحقیقت حب الوطنی ایک عظیم طاقت ہے جو کہ عوام کو آپس میں ایک قوم کے طور پر متعدد رکھتی ہے۔

حب الوطنی کا جذبہ اپنے ملک و قوم کے لئے محنت پر اکساتا ہے۔ یہ محبت وطن لوگوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کی ترقی کے لئے مل جل کر کام کریں۔ ان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر وہ زندگی کے مختلف شعبوں میں لگن سے کام کریں تو ان کا قومی فرض ادا ہوتا ہے۔ مزدور محنت کش ملک کی مختلف صنعتوں میں مصنوعات تیار کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ زیادہ محنت کر کے اور زیادہ وقت لگا کر وہ زیادہ مقدار میں مصنوعات تیار کر سکتے ہیں۔ اس سے نہ صرف ان کی اپنی آمدی میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ قومی پیداوار بھی بڑھتی ہے۔ کسان اپنے کھیتوں میں کام کرتے ہوئے اجناس کی پیداوار کو زیادہ کرنے کا ہر ممکنہ جائز طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو کاروبار سے مسلک ہیں وہ ذخیرہ اندوزی یا ناجائز طریقے اختیار کئے بغیر ایماندارانہ طریقے سے اشیاء کی خرید و فروخت کرتے ہیں۔ طلباء محنت و لگن سے علم حاصل کرتے ہیں اور اساتذہ اپنی ممکنہ لیاقت و استعداد کے مطابق درس و تدریس کے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ المختصر مختلف پیشوں اور تجارت سے مسلکہ لوگ معاشرے کے دوسرا افراد اور ملک کے فائدے کے لئے اتنی ہی محنت سے کام کرتے ہیں جتنا کہ اپنے فائدے کے لئے۔ حب الوطنی کا جذبہ بڑی حد تک انہیں اپنے کام کے ساتھ ہے لوٹ و بے غرض کر دیتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ رقم اور پیسہ کمانے کے لئے کام کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ملک کو بھی خوشحال اور مضبوط بناتے ہیں۔



## پاکستان پر بنگلہ دلیش کی معاشری برتری ..... لمحہ فکر یہ

تحریر: منس احمد، سابق ڈین فیکٹی آف سوشل سائنسز، کراچی یونیورسٹی

شائع شدہ: The Express Tribune - March 21, 2021

("An Elitist State" Express Tribune: Editorial & Opinion - April 10, 2021)

ترجمہ: ندیم احمد لطیف، سلطانہ فاؤنڈیشن

بہت سے دانشوروں اور ماہرین معاشیات کے مطابق پاکستان میں جمہوری نظامِ محض ایک پرداہ ہے جس کی آڑ میں ایک مخصوص غالب طبقہ اشرافیہ کا ذہن کا فرماء ہے جنہوں نے ریاست کو انخواکر کے اس کے وسائل اور معیشت کو اپنے کنٹرول میں کر لیا ہوا ہے۔ سرکاری اور خجی دونوں شعبے ان کی مضبوط گرفت میں ہیں۔

مارکیٹ میں دھاندلی اور کرپشن کی حوصلہ افزائی کر کے اشرافیہ کا یہ طبقہ ناقص معاشری حالات، کم تر خواندگی، انتہائی عدم مساوات اور افراد از رکھ کر اور مزدور طبقہ کا استھصال کر کے اپنے مفادات حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے۔ اس کے نتیجے میں غریب طبقہ کو سیاست دانوں، صنعت کاروں، تاجر و میڈیا کے علاوہ قانون دانوں اور فوج کے گھوڑے نے اپنی گرفت میں رکھا ہوا ہے اور اس طرح یہ لوگ زیادہ سے زیادہ دولت سمنے میں کامیاب ہیں۔

یہ ذہنیت اسی حد تک محدود نہیں بلکہ یہ لاشعوری طور پر ہمارے معاشرے میں اور ہماری سوچ میں بھی جگہ بنا چکی ہے۔ اس کی جڑیں ہمیں مغلوں کی آمرانہ اور مشرقی اقوام پر برطانوی استعمار میں ملتی ہیں جہاں دولت اور دلنش کو برتری کا پیمانہ بنادیا گیا تھا۔ آج کا پاکستان ایسی مثالوں سے بھرا ہوا ہے۔ چاہے وہ اسلام آباد کے ایک ریஸٹوران کے دو مالکوں کا اپنے مینیجر کی کمزور انگریزی کا مذاق اڑانا ہو، روئی وزیر خارجہ کے دورے کے موقع پر ایک پرائیویٹ سیکرٹری کا شاہ محمود قریشی پر چھتری تھامے ہونا ہو یا لا ہور میں ایک سابق وزیر اعظم کے بیٹے کے ہاتھوں ایک موٹر سائیکل سوار کی ہلاکت ہو، وی آئی پی ٹی ٹیافت کا استحقاق ایک مسلسل بد امنی کا باعث بنا ہوا ہے۔

ہمارے معاشرے کا عکس ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ جہاں غریب شرمناک حد تک استھصال کا شکار ہیں وہاں طبقہ اشرافیہ بغیر کسی شرمساری کے خوشحالی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ کہیں کہیں تو برتری کا عنصر اتنا بڑھ جاتا ہے کہ امیر طبقہ کو غریب طبقہ کے لوگ گندے، صرف اجتماعی کوششوں سے اور بڑے منظم طریقے سے ناپسندیدہ کیڑے مکوڑے لگتے ہیں جن کی اس معاشرے میں کوئی جگہ نہیں۔ اپنے ملک کے اشرافی طبقوں کے اس ڈھانچے کا خاتمه کر کے ہی ہم ملک کو صحیح معنوں میں جمہوری فلاجی ریاست بناسکتے ہیں۔

یہ بات قابل غور ہے کہ ایک ایسا ملک جس کی پسمندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے، 1972 میں اس وقت کے امریکی صدر رچرڈ نکسن کے قومی سلامتی کے مشیر، ڈاکٹر ہنری سنبھرنے اسے ایک ”سوراخ دار بالٹی“، قرار دیا تھا، آج وہ کیسے معاشی طور پر پاکستان سے بہتر ہو چکا ہے۔ ہم جائز ہیں گے کہ بنگلہ دیش نے کس طرح اور کیوں پاکستان سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

کیا بنگلہ دیش کی اس ترقی سے پاکستان کچھ سبق سیکھ سکتا ہے؟

گزشتہ ایک دہائی کے دوران بنگلہ دیش کی نمایاں کارکردگی کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب یہ پسمندہ ممالک میں شامل نہیں ہے۔ بنگلہ دیشی برآمدات کا حجم پاکستان کی نسبت دو گناہے۔ اسی طرح اس کی کرنی ڈکا کی قیمت پاکستان کے روپے کے مقابلہ میں تقریباً دو گناہے۔ بنگلہ دیش کے جی ڈی پی کی شرح نمو 9.7 فیصد ہے جب کہ پاکستان کے جی ڈی پی کی شرح نمو صرف 1.5 فیصد ہے۔ بنگلہ دیش کے زرمبادلہ کے ذخیرہ 41 بلین ڈالر ہیں جب کہ پاکستان کے زرمبادلہ کے ذخیرہ 20 بلین ڈالر ہیں۔ اس وقت پاکستان کی 220 ملین آبادی کے مقابلہ میں بنگلہ دیش کی آبادی 164 ملین ہے جب کہ 1971 میں اس وقت کے مشرقی پاکستان کی آبادی 70 ملین اور پاکستان کی آبادی 60 ملین تھی۔ پاسپورٹ انڈیکس (اپنے شہریوں کے لیے سفری آزادی کی عالمی درجہ بندی)، شرح خواندگی، مانکرو کریڈٹ فانسنس (چھوٹے قرضے) اور خواتین کو با اختیار بنانا، ان شعبوں میں بھی بنگلہ دیش پاکستان سے آگے ہے۔ صرف تسلیاتِ زر میں پاکستان بنگلہ دیش سے آگے ہے۔

سیاسی تقسیم، سیاسی جر اور میڈیا پر پابندیوں کے عمل جیسے عوامی مسائل کے باوجود بنگلہ دیش کو ایک ”بین الاقوامی بھکاری“ سے معاشری طور پر مستحکم ملک، میں تبدیل کرنے میں معاون ثابت ہونے والے چار اہم عوامل ہیں:

1: قیادت      2: جدت و اختراع      3: منصوبہ بندی      4: ملکیت

اسکے علاوہ چند دیگر حقائق بھی پیش نظر ہنے چاہئیں جیسے کہ پاکستان کی سلامتی کو اس کی مشرقی اور مغربی سرحدوں پر دو طرفہ خطرات کا سامنا ہے۔ اس کے برعکس بنگلہ دیش نے، جسے تین اطراف سے بھارت نے گھیرا ہوا ہے، اپنے جغرافیائی خطرے سے سمجھوتہ کرتے ہوئے ہندوستان کے تسلط اور بالادستی کو قبول کر لیا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے دفاعی اخراجات پاکستان کے برعکس بہت کم ہیں جو کہ اس کے جی ڈی پی کا صرف 1.9 فیصد ہیں جبکہ پاکستان کے دفاعی اخراجات اس کے جی ڈی پی کا 4 فیصد ہیں۔ اس کے علاوہ بنگلہ دیش میں لسانی اور نسلی اختلافات بھی پاکستان کے مقابلہ میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ بات بھی اس کے استحکام کا باعث بنتی ہے۔

## تین اہم حقوق

پاکستان کے مقابلہ میں بگلہ دیش کی معاشی ترقی کا جائزہ لیتے ہوئے درج ذیل تین حقوق کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔

پہلا..... بگلہ دیش کے عوام کی اختراعی اور تخلیقی صلاحیتیں ہیں جن کا مظہر ٹیکسٹائل مصنوعات کی برآمدات، آبادی پر قابو پانے، خواندگی کی شرح میں بہتری، غربت کے خاتمے اور خواتین کو با اختیار بنانے جیسے عوامل ہیں۔ بگلہ دیش ایک ایسا ملک ہے جس میں کپاس نہیں آتی اور اس کے باوجود وہاں گارمنٹس کی ہزاروں فیکٹریاں ہیں۔ صرف دو سو ملین ڈالر کی روئی درآمد کر کے وہ اس سے اپنی فیکٹریوں میں گارمنٹس تیار کر کے 35 بلین ڈالر مالیت کی برآمدات کر رہے ہیں۔ اس کے عکس پاکستان جو ایک کپاس کاشت کرنے والا ملک ہے، اپنی گارمنٹس اور ٹیکسٹائل مصنوعات کی برآمدات کو 10 بلین ڈالر سے بڑھانے میں ناکام رہا ہے اور پھر خود کپاس پیدا کرنے والا ملک ہوتے ہوئے بھی باہر سے کپاس درآمد کر رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں جا گیر دارانہ اور قابلی ڈھانچے کی وجہ سے اور حکام میں عزم کے فقدان کے باعث پاکستان ٹیکسٹائل اور ٹیکسٹائل مصنوعات کی برآمدات بڑھانے کے لیے اپنے زرعی وسائل خصوصاً کپاس کو استعمال کرنے میں ناکام ہے۔

دوسرा..... ملک میں سیاسی تقسیم اور انتشار کے باوجود بگلہ دیشی حکومت کی توجہ معیشت، نظم و نق اور سماجی انسانی ترقی پر مرکوز رہی ہے۔ وزیر اعظم شیخ حسینہ نے کچھ سال پہلے اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ ان کی عوامی لیگ کی حکومت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ معاشی، انسانی اور معاشرتی ترقی کے تمام شعبوں میں پاکستان پر برتری حاصل کرے گی۔ ان کی یہ پیش گوئی اب حقیقت بن کر سامنے آ رہی ہے جس کی بنیادی وجہ پاکستان میں مسلسل سیاسی انتشار، کرپشن اور اقربا پروری ہے۔

تیسرا..... ایسا لگتا ہے کہ جیسے پاکستان میں مسند اقتدار پر بیٹھنے والے ملک کی بہتری کے لیے کوئی کردار ادا کرنے کے بارے میں لاپروا ہیں۔ اس کے نتیجے میں پاکستان مسلسل معاشی پستی، سیاسی عدم استحکام، خراب حکمرانی اور معاشرتی بگاڑ کا شکار ہے۔

بُدھمتی سے پاکستان جو 1980 کی دہائی کے وسط میں اپنی معیشت، انسانی ترقی، بنیادی ڈھانچے اور صنعتی ترقی کے لحاظ سے کئی نوازدیاتی ریاستوں سے بہتر تھا، آج کرپٹ، ناہل اور بے ایمان قیادت کی وجہ سے کہیں نیچے چلا گیا ہے۔ 70 اور 80 کی دہائی کے آخر میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں بگلہ دیشی لوگ ہجرت کر کے پاکستان اس لیے آگئے تھے کہ اس وقت یہاں کافی معاشی موقع میسر تھے اور پاکستانی روپے کی قیمت بگلہ دیشی نکلے سے زیاد تھی لیکن معاشی انجھاطا اور اس کے نتیجے میں پاکستانی کرنی کی قیمت گرنے کی وجہ سے نوے کی دہائی میں چیزیں تبدیل ہونا شروع ہو گئیں۔ پھر امن و امان کی اور قانون کی عملداری کی خراب صورت حال اور تو انانی کے طویل بحران نے بہت سارے پاکستانی تاجروں کو اپنی سرمایہ کاری کے ساتھ بگلہ دیش منتقل ہونے پر مجبور کر دیا۔

پاکستان کی سب سے بڑی کمزوری ایسی قیادت کا فقدان ہے جو اپنے وطن میں ترقی پسند اصلاحات لا کر اور اسے معاشی طور پر ایک مستحکم ریاست میں تبدیل کرنے کے عزم کے ساتھ دستیاب وسائل اور موقع کو عمدہ طریقے سے بروئے کار لائروطن عزیز کو پھر ترقی کی راہ پر گامزن کر کے اور اسے ایک مضبوط اور مستحکم ریاست بناسکے۔☆



## Malaysia Truly Asia

پاکستانی وفد کا ملائیشیا کا دس روزہ دورہ  
پروفیسر غزالہ خالد پرنسپل (PSCDW)

ملائیشیا پاکستان کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ یہ ایک اسلامی ملک ہے۔ اسکی کرنی رنگ (MYR) ہے۔ ہوائی جہاز کے ذریعے اسکی مسافت تقریباً 2500 میل کے فاصلے پر ہے۔ سرکاری زبان ملائیو ہے۔ اس کا معیاری وقت پاکستان سے تین گھنٹے آگے ہے۔

یہ ملک پہلے انگریزوں کے قبضے میں تھا 31 اگست 1957ء میں برطانیہ سے آزاد ہوا اس کا دارالحکومت کوالا لمپور ہے۔ ملائیشیا میں تین قسم کی قومیں رہتی ہیں۔ ملائی 50% چینی 40% انڈین 10%۔



زیادہ تر آبادی مسلمانوں کی ہے علاوہ ازیں بدهمت، عیسائی، ہندو مت، کیفوف شیوازم اور ملحد سے تعلق رکھنے والی اقلیتی آبادی بھی پائی جاتی ہے۔ آبادی میں خواتین کا تناسب 60% ہے۔

ملائیشیا میں پورا سال ایک ہی موسم رہتا ہے گرم مرطوب۔ سالہا سال بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ ہمیشہ رات اور دن برابر ہوتے ہیں۔

یہ ملک سیاحوں کیلئے بہت پرکشش ہے یہاں پر دنیا کے ہر گوشے سے ہر سال 2.5 میلین لوگ اپنی زندگی کے یادگار دن گزارنے کے لئے آتے ہیں۔ یہ ایک ایسا جنت نظیر خطہ ہے جس میں ایشیاء کا ہر رنگ نظر آتا ہے اسے ایشیاء کی حقیقت بھی کہا جاتا ہے کچھ عرصہ قبل مجھے (پروفیسر غزالہ خالد پرنسپل پنس سلطانہ ڈگری کالج فارویکن اسلام آباد) ایک وفد کے ساتھ ملائیشیا جانے کا اتفاق ہوا۔ سوسائٹی آف سولائزیشن پاکستان کی جانب سے ملائیشیا کلچر ٹور کا اہتمام کیا گیا (یہ اسلام آباد میں ایک سوسائٹی ہے جو کہ اندر وون و بیرون ملک تاریخی اور ثقافتی تقریبات کا انعقاد کرتی رہتی ہے)۔

وفد نے انٹریشنل کانفرنس فارکلچر اینڈ اکنامک ریلیشنز میں بھر پور شرکت کی اس کلچر ٹور میں پاکستان سے ماہر تعلیم اور سابق یورو کریمیں نے شرکت کی اس ٹور کا مقصد دونوں ملکوں کے درمیان ثقافت کو فروغ دینا تھا۔

وفد دس روزہ دورے کے لئے ملک طارق حیات صاحب کی قیادت میں جانب سفر روانہ ہوا۔ گروپ میں سینئر اور نوجوان لوگ بھی تھے ملک طارق حیات

صاحب امیر سفر کی بیگم بصر حیات بھی شریک سفر ہیں۔

Malik Tariq Hayat has been an amazing leader of the trip. He has been very cooperative and respectful. His wife Bassar Hayat is a wonderful lady too. She has been a great support to her husband, While taking care of every individual during the stay. We really enjoyed their company.

سب سے پہلے ہم Langkawi جو کہ چھوٹا سا جزیرہ ہے (اور ملائیشیا سے متصل ہے اور یاد رہے کہ ملائیشیا خود ایک بڑا جزیرہ ہے) وہاں سب نے میں سفر کیا اور ادھر ہی رات کا کھانا کھایا۔ اسی جگہ ایک Chinies Cruise گروپ بھی ہمارے ساتھ مل گیا انکے دوستانہ برداشت سے ہم بہت متاثر ہوئے اور وقت بہت خوشگوار ماحول میں گزرنا۔

اگلے دن Langkawi کے تین مزید جزیروں کا وزٹ کیا ہم اللہ کی شان دیکھ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو کہاں آباد کیا اور عقل دی کہ جنگل میں منگل کیسے ہوتا ہے۔ ملائیشیا کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادی سے پہلے یہ ملک جنگلات، مچھروں، بارش اور کچھڑ سے لدا ہوا تھا لیکن سابق وزیر اعظم ڈاکٹر مہاتیر محمد کا خواب تھا کہ وہ اس ملک کو ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے پر لا کیں گے لہذا انہوں نے محنت، ایمانداری اور خوب جدوجہد سے اس خواب کو تعبیر دے دی۔ ہم نے ایک ایسی جگہ بھی دیکھی جہاں عقابوں کو خوراک دینے کا طریقہ دکھایا گیا۔ یہ سارا سفر موڑ بوٹ کے ذریعے طے کیا۔

اس کے بعد ہم ایک جزیرے پر Hill Station پر سیڑھیاں چڑھ کر گئے اور جب دوسرا جانب اترے تو اس طرف دنیا ہی الگ تھی۔ اس جگہ کو بہت خوبصورتی سے سجا یا ہوا تھا۔ اسی کی وجہ سے (1980) میں انہوں نے اس جگہ کو سیاحوں کے لیے جنت نظیر بنادیا۔ وہاں Tourism کے شعبہ کو "Tourism & Hospitality Management" تعلیم مکمل کرنے پر انہیں ڈگری میں دی جاتی ہے اور یہی طالب علم بعد میں سیاحوں کے گائیڈ بن جاتے ہیں۔

صرف کثیر ثقافت ہونا ہی ملائیشیا کو Tourist کی جنت نہیں بناتا بلکہ اس کا بے پناہ قدرتی حسن اور یہاں منعقد ہونے والے زنگارنگ فیضیوں بھی Tourist کو کھینچے چلے آنے کی دعوت دیتا ہے اس ملک میں آب کو ہی نہیں بلکہ آسمان کو چھوٹی ہوئی عمارتیں اور لکڑی سے بننے ہوئے قدیم طرز روائیتی مکانات بھی دکھائی دیتے ہیں اور بڑے بڑے خوبصورت ریஸورٹ ہوئی عمارتیں اور لکڑی سے بننے ہوئے قدیم طرز کہنا غلط نہ ہوگا۔ اگلام مرحلہ پناگ Penang شہر جانے کا تھا وہاں کی یونیورسٹی میں ہمارا seminar تھا اس یونیورسٹی نے پاکستان Land کی ساتھ مل کر یہ سینما منعقد کیا۔ اس seminar کا عنوان تھا Society of Civilization Pakistan

## Historical,Cultural & Economical Relation Between Malaysia & Pakistan

اس کانفرنس میں یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر عمر عثمان اور ملائیشیا میں پاکستان کے قو نصل جز ل حاجی عبدالرفیق عبدالکریم نے بھی شرکت کی۔

(Research on Archeology from KPK presentation) کے ایک پروفیسر نے Archeology پر presentation دی

KPK سے آرکیا لو جی میں پی ایچ ڈی کیا اور ہمیں اپنے علم سے مستفید کیا۔ ملائیشیا یونیورسٹی کی جانب سے مجھے اعزازی شیلڈ پیش کی گئی اور یونیورسٹی کی جانب سے کانفرنس میں شرکت پر شکریہ بھی ادا کیا گیا۔

کوالا لمبور کے حوالے سے بات کی جائے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قدرتی حسن سے نوازہ ہے جس کو مزید انہوں نے منظم انداز میں سنوارا ہے۔ کیمر ون

کے راستے ہم کوالا لمبور پہنچ یہ تمام سفر تقریباً ایک دن کا تھا جو road by طے کیا گیا۔

کیمر ون میں پھولوں، شہد اور اسٹرابیری کے خوبصورت باغات ہیں اس کے علاوہ چائے کی پتی کے کھیت بھی باکثرت پائے جاتے ہیں۔ ہم اللہ کی شان دیکھتے رہے اور انسان کی محنت کو بھی سراہتے رہے کہ اسے اتنا سنوارا اور پھر پوری دنیا کے سیاحوں کیلئے کھول دیا۔

اس کے بعد ہم کوالا لمبور پہنچ جہاں مندر، سکھوں کے گردوارے اور خوبصورت ترین مساجد موجود ہیں۔ پہاڑی کی چوٹی پر بہت بڑا مندر ہے جس کی 300 سیٹر ہیاں ہیں۔

وہاں ہم Genting Highlands پر گئے جو 1800 میٹر بلند Gunung Ulu Kali Casino پہاڑی کی چوٹی پر ہے جو ایک ٹھیم پارک، Lim ہوٹل پر مشتمل Resort ہے۔ جو کہ ایشیاء کا سب سے بڑا ہوٹل ہے جس میں 6500 کمرے ہیں۔ Goh Tong Goh Tong نے تعمیر کیا جو ملائیشیا میں 1937ء میں Fujian (China) سے آیا تھا۔ اس کی کہانی بڑی دلچسپ ہے۔ وہ بہت غریب تھا اور چائنا سے بھری جہاز میں بیٹھ کر یہاں آیا کہ کوئی کام کروں گا تو اس کے ذہن میں کچھ واضح نہیں تھا اور اس کے پاس پیسے نہیں تھے اور جس بھری جہاز میں اس نے سفر کیا اس کی صفائی کر کے اس سے ملنے والی اجرت سے اس نے سفر کیا۔ یہاں پر محنت کی یہاں اس نے Highlands Wonder World بنا دیا اس کا کہنا ہے جب میں ملائیشیا آیا تو میری ماں کیلئے میری ساحل پر ہاتھ ہلا رہی تھی۔ کسی نے اس سے پوچھا کہ آپ کا سب سے ادا س اور خوشی کا لمحہ کون سا تھا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے اس جگہ کو Develop کیا اور جب میں اپنے ملک واپس جا رہا تھا تو وہ بھری جہاز جس میں واپس جا رہا تھا وہ میرا اپنا تھا لیکن جب میں ساحل پر پہنچا تو میری ماں ساحل پر نہیں تھی۔

Genting Highlands سے سفر کیا اور میں نے پہلی بار Cable Car میں سفر کیا اور اس کے بعد پڑا جایا (پڑا کا مطلب

پنس اور جایا کا مطلب کامیابی ہے) گئے جو کہ 45 منٹ کی ڈرائیور پر ہے یہ ملائیشیا کا دوسرا درج حکومت ہے۔ اور اس شہر کی تعمیر کے لئے ڈاکٹر مہاتیر محمد اسلام آباد کا نقشہ لے کر گئے اور اسی طرز پر انہوں نے یہ شہر بسایا۔ اس شہر میں ساری وفاقی حکومت کے دفاتر ہیں وہیں پر ائمہ منستر ہاؤس اور اس کے ساتھ Pink Mosque بنائی اس کے علاوہ وہاں ایک مصنوعی جھیل بھی بنائی جس میں ہم نے Cruise میں سفر کر کے شہر کا نظارہ کیا۔ اس شہر میں دنیا کے دوسرے ممالک کے پلوں کے نمونوں پر پل تعمیر کئے گئے ہیں جیسے کہ جمنی کے پل کا نمونہ ہائیڈل برگ بنایا۔ پڑا جایا بھی بہت صاف اور ہر طرف سیاح نظر آئیں گے۔ کوالا لمپور کی بڑی پہچان اسکا Twin Tower ہے۔ ہم نے ٹوئن ٹاور بھی دیکھا اس ٹاور میں ایک دنیا آباد ہے اور اس کو دیکھنے کے لئے بہت وقت درکار ہوتا ہے۔ ادھر کے ایک ریسٹورنٹ پر ہم نے Hitea کی ہمارا وقت بہت اچھا گزر اتمام ساتھی بہت سلچھے ہوئے اور پڑھے لکھے تھے اور آخر میں ہم نے Farewell Dinner میں BBQ کیا۔

ملائیشیا میں ہمارا قیام دس روزہ تھا اس دوران بہت ملنسار دوست ملے۔ پناگ میں ایک ٹرین جو کہ سوئز رلینڈ کے تعاون سے بنائی گئی ہے کے ذریعے پہاڑی پر جایا جاتا ہے اور سنگا پور کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔ پناگ میں ہی ایشیاء کا سب سے بڑا سمندر پر Bridge ہے جس کی لمبائی 24 کلومیٹر ہے اور ایشیاء کا دوسرا بڑا Bridge بھی اسی جگہ ہے جو کہ 13.5 میٹر لمبا ہے۔

ملائیشیا میں پارکس بہت Develop کئے گئے ہیں ایک پارک میں تمام ملکوں کے نام بھی ہیں۔

ملائیشیا نے سیاحت کے اعتبار سے اپنے ملک کو جنت نظیر بنایا ہے دنیا بھر کے سیاح ملائیشیا کی خوبصورتی کو دیکھنے سال بھر یہاں کا رخ کرتے ہیں۔

ملائیشیا ایشیاء کا مختلف نسلوں، زبانوں، کلچر اور مذاہب کا ایک ایسا نگارنگ گلستان ہے جس کی کوئی دوسری نظیر شاید آپ کو کسی اور ملک میں نہ ملے۔

ملائیشیا نسلی، ثقافتی اور مذہبی بنیادوں پر اس قدر متنوع ہونے کے باوجود امن و سکون کا گھوارہ ہے یہاں کے باشندے بھائی چارے کی بہترین مثال ہیں۔

کوالا لمپور کے اطراف میں ایک جگہ Batu Cave کے دامن میں نصب ہے۔

Batu Cave کے دامن میں ملائیشیا میں چونا پتھر کے پہاڑوں کا سلسلہ ہے جس میں مندوں کی گفا نہیں اور غاریں ہیں۔

ملائیشیا کے لوگ امن پسند اور دوستانہ برداشت کرنے والے ہیں اگر لوگ یہاں سے جانے کے بعد یہاں دوبارہ آنے کی خواہش کریں تو اس میں تعجب کی بات نہ ہوگی۔

اس یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے Archeology from presentation پر (Research on Archeology from presentation) سے آرکیالوجی میں پی اچ ڈی کیا اور ہمیں اپنے علم سے مستفید کیا۔ KPK پروفیسر ناش نے بھی KPK Pakistan کے آرکیالوجی میں پی اچ ڈی کیا اور ہمیں اپنے علم سے مستفید کیا۔



**آج کی بات:** پیارے نھے منے ساتھیو! السلام علیکم! ہمارا ملک بہت سے مسائل کا شکار ہے آپ نے ان مسائل کو اپنی قابلیت ذہانت اور دیانت سے دور کرنا ہے۔ ایسا تجھی ممکن ہے جب آپ دل لگا کر علم حاصل کریں گے اور بڑے ہو کر اپنے وطن کو دل و جان سے سواریں گے۔ پیارے بخوبیت بڑی قیمتی شے ہے اس کا صحیح استعمال اپنائی ضروری ہے۔ اگر آج آپ نے وقت کو ضائع کر دیا تو آپ کے پاس ایسا کوئی کام نہیں ہو گا جسے آپ قبل فخر کہہ سکیں۔ یہ وقت مستقبل سنوارنے کا ہے۔ اگر آپ کا مستقبل اچھا ہو گا تو یقیناً ہمارے ملک و قوم کا مستقبل بھی اچھا ہو گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ مزید محنت اور لگن سے تعلیم کے حصول کے لئے کوشش کریں گے۔ کیونکہ علم ہی وہ واحد راستہ ہے جو کامیابی کی خانات ہے۔ (آپ کی باتی۔۔۔ رفتہ رشید)

## معراج النبی ﷺ

وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چچھانا  
آتی نہیں صدائیں اس کی میرے قفس میں  
ہوتی میری رہائی کاش میرے بس میں  
جب سے چمن ہے چھینایہ حال ہو گیا ہے  
دل غم کو کھا رہا ہے غم دل کو کھا رہا ہے  
آزاد مجھ کو کر دے او قید کرنے والے  
میں بے زبان ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے  
ان اشعار میں ایک قیدی پرندے کی حالت اور اس حالت  
میں آرزو ہونے کی تڑپ بیان کی گئی یہ صرف شاعر کی کہی ہوئی بات نہیں  
ہے۔ پرندے کے اندر فطری آزادی کی آرزو ہے جس کے بیان سے  
ہمارا دل پکھل جاتا ہے۔ آزادی ایک احساس کا نام ہے یہی احساس اس  
قیدی پرندے کے لئے ہمارے دل میں احساس پیدا کرتا ہے۔ حضرت  
عمرؓ کے دور حلافت میں ایک گورنر کے بیٹے نے لڑائی کے غم میں ایک  
مصری کے بیٹے کو بہت بُری طرح مارا پیٹا اور اُس غلام زادے کی توہین

واقعہ معراج نبوت کے دسویں سال رب کی ستائیسویں  
رات کو پیش آیا۔ نبی کریمؐ واقعہ کی رات آرام فرماء ہے تھے۔ حضرت  
جرائیل حاضر ہوئے اور آپؐ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس میں آئے۔  
وہاں آپؐ نے تمام انبیاء کی امامت کی بھرآپؐ کا آسمانوں کا سفر شروع  
ہوا مختلف آسمانوں پر آپؐ کی مختلف انبیاء سے ملاقات ہوئی۔ حضرت  
جرائیل سدرۃ النعمتی تک آپؐ کے ساتھ گئے۔ یہاں سے آگے حضور  
اکیلے گئے اور آپؐ گواللہ تعالیٰ کا انتہائی قرب حاصل ہوا۔ آپؐ اللہ سے  
ہم کلام ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ گوپا نج نمازوں کا تحفہ پیش کیا۔

محمد آیان جماعت پنجم (پرپل)  
سلطانہ فاؤنڈیشن پر انگری سکول

## آزادی

علامہ اقبال نے اپنی ایک نظم میں کسی آزاد پرندے کے قیسی ہونے پر یہ  
کہانی لکھی ہے آئیے اس نظم کے کچھ اشعار پڑھتے ہیں:  
آتا ہے یاد مجھ کو گزر اہواز مانہ

# نظم

نچیز ہوں میں غریب قطرہ  
مئی، پھر تمام ہیں گرم  
ہمت کے محیط کا شناور  
میرے پیچھے قدم بڑھاؤ  
میدان پہ پھردو گے پانی  
دوچار نے اور پیروی کی  
قطرہ قطرہ زمیں پہ پکا  
بارش لگی ہونے موسلا دھار  
قطروں کا ساتفاق کر لو

شاعر: اسمائیل میرٹھی

انتخاب: عروج خان (چہارم: پرپل)

(سلطانہ فاؤنڈیشن پرائزی سکول)

## رواداری

رواداری کا مفہوم "رعایت کرنا، برداشت کرنا، لحاظ کرنا اور  
دوسروں کی رائے کا اخترام کرنا" رواداری سے مراد کسی ایسی بات کو  
برداشت کرنا ہے جو ہماری سوچ اور مزاج کے خلاف ہوں۔ اس طرح  
اگر کوئی شخص آپ کے دین یا مذہب یا عقیدے کو تسلیم نہیں کرتا تو اس پر  
زبردستی اپنا عقیدہ اور رائے مسلط نہ کرنا بھی رواداری کی ایک شکل ہے۔

بھی کی یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے علم میں لا یا گیا تو حضرت عمرؓ لوگوں سے  
مخاطب ہوئے۔ ہماری رعایا نہیں، جس طرح ماں کے پیٹ سے  
آزاد پیدا ہوئے تھے۔ آج پاکستانی قوم آزاد ہے ہم ایک سال میں قومی  
تہوار مناتے ہیں 23 مارچ قراردار پاکستان کا دن ہے اسے ہم یوم  
پاکستان بھی کہتے ہیں 14 اگست پاکستان کے قیام کا دن ہے۔

## Allama Muhammad Iqbal

**Profile:** My Favourite Poet My  
Favourite Leader

**Name:** Dr. Allama Muhammad Iqbal  
**D/O Birth:** 9th November 1877

**Place of Birth:** Sialkot

**Father Name:** Sheikh Noor  
Muhammad

**Family:** Sheikh, Kashmiri  
**Occupation:** Lawyer, Professor,  
Politician

**Foreign Travels:** England, Germany,  
Spain, Italy, Afghanistan & Iran

- ہمیں اپنا پیغام حکمت، مورث نصیحت اور عمدہ دلائل کے ساتھ دینا چاہئے۔
- ☆ اچھے انسان کی مثال گلب کے پھول کی طرح ہے کیونکہ جب گلب کا پھول مر جاتا ہے اور اگر اس گلب کی پتیوں کو مسلسل جائے تو اس سے خوبصورتی ہے۔ اسی طرح جب انسان کا اخلاق اچھا ہو تو جب بھی اسے یاد کیا جائے تو اچھے لفظوں میں یاد کیا جاتا ہے۔
- ☆ خدا سے ہمیشہ اچھے کی امید رکھو کیونکہ ما یوسی کفر ہے۔
- ﴿افشاں خالد۔۔۔۔۔ سال اول﴾
- ☆ عمل وہ بہترین ہے جو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ مہینہ وہ بہترین ہے جس میں بندہ پھی توبہ کرے اور وہ دن بہتر ہے جس میں ایمان کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو۔
- ☆ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں ایک نیک بخت ایمانداری کی وجہ سے اس کے آس پاس کے گھروں سے اللہ تعالیٰ بلااؤں کو دور کرتا ہے۔
- ﴿اقراء حسن۔۔۔۔۔ سال سوم﴾
- ☆ دنیا کی محبت ہر ایک خطہ کی جڑ ہے۔ (ارشادِ نبوی)
- ☆ غصہ کی مقدار بات چیت میں اتنی ہونی چاہئے جیسے کھانے میں نمک، کہ جب تک انداز پر رہتا ہے تو ہضم، ورنہ فاسد ہے (افلاطون)
- ☆ علم نہ ہے اور عمل مادہ۔ دین و دنیا کے کام ان کے ملنے سے ممکن ہیں۔
- (حضرت معروف کرنی)
- اگر کوئی اس کو پسند نہیں کرتا ہے تو اس کی مرضی اور اگر کوئی پسند نہیں کرتا تو اس کے ساتھ جبر کا روایہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ رواداری کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ غیر مسلموں کو خوش کرنے کے لئے ہم دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ دیں یا پھر اسلام کی تعلیمات میں کمی بیشی کریں اس طرح غیر مسلموں کو بھی اس بات کی اجازت نہیں کروہ مسلمانوں کے دینی معاملات میں مداخلت کریں۔
- زینیہ علی (سوم بليو) گروپ (۱)
- ﴿اچھی باتیں﴾
- اہمیت شیر۔۔۔۔۔ سال چہارم
- ☆ اگر کوئی تم سے بھلانی کی امید رکھے تو اس کو ما یوس مت کرو کیونکہ لوگوں کی ضرورت کا تم سے واسطہ ہونا تم پر اللہ کا خاص کرم ہے۔
- ☆ لوگ اچھا پڑھتے اور اچھا لکھنے والے کو قابل انسان سمجھتے ہیں لیکن حقیقت میں قابل انسان وہ ہے جو اچھا "سوچے اور اچھا بولے"
- ﴿آمنہ بی بی۔۔۔۔۔ سال سوم﴾
- ☆ جب زندگی میں کوئی دکھ ملے تو صبر کرو کیونکہ اچھے دن گزر جاتے ہیں تو برے دن بھی گزر جائیں گے۔

## تعلیمی کفالت میں حصہ دار بنیئے!

الحمد للہ! تعمیر انسانی کا جو شنڈاکٹر نعیم غنی اور ان کے ساتھیوں نے تیس سال پہلے اصلاح فکر ایجوکیشنل اینڈ ویفیر ٹرست کے ماتحت "سلطانہ فاؤنڈیشن" کی صورت میں شروع کیا تھا وہ مشن اپنی اصل روح کے مطابق جاری و ساری ہے۔ آپ کے مسلسل مالی تعاون سے کم آمدن لوگوں کے بچے بچیوں کے لئے تھوڑی فیس میں معیاری تعلیم کا مثالی ادارہ بن چکا ہے۔ اب تک ہزاروں طلباء و طلبات یہاں سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد برس روز گار ہو چکے ہیں اور اپنے اپنے خاندان اور معاشرے کی بہتری کے لئے تعمیری کردار ادا کر رہے ہیں۔ تعمیر معاشرہ کا یہ عظیم کام آپ کے تعاون سے ہی ممکن ہو رہا ہے۔

1994ء سے قائم فری کلینک سے ہر سال لگ بھگ 30 ہزار مریضوں کو مفت ادویات اور علاج کی سہولت فراہم کی جاتی ہے۔ سکول آف اسٹنٹ ہیلتھ آفیسرز، سینکڑوں بچیاں ہر سال فری نرنسنگ کی تربیت حاصل کر کے اسلام آباد اراؤپنڈی کے مختلف ہسپتاں اور طبی اداروں میں خدمات انجام دے رہی ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ تین کروڑ بچے سکول نہیں جا رہے۔ ایسے بے سکول بچوں کے لئے 2012ء میں "جسٹس یوسف صراف سنٹر" بنایا گیا۔ اس سنٹر میں اور اس سنٹر کے تحت قائم "موقع سکولوں" میں بے سکول بچوں کو مفت تعلیم اور فنی تربیت کا سلسلہ جاری ہے۔ سلطانہ فاؤنڈیشن کو خیر ہے کہ بے سکول بچوں کے لئے منظم طریقے سے کام کرنے والا یہ پہلا ادارہ ہے۔

تعلیمی تحقیق اور سماجی ترقی کے لئے 2014ء میں ایک مرکز قائم کیا گیا جسے بانی چیئر مین کے نام سے موسم کر دیا گیا ہے۔ "نعمت غنی سنٹر" میں تعلیم کے مختلف مراحل کو معاشرتی ضرورتوں کے مطابق ڈھانے کے لئے تحقیق جاری ہے۔ اصلاح فکر ٹرست کے مقاصد فاؤنڈیشن کے ویژن اور مشن کو متعارف کروانے کے لئے نعیم غنی سنٹر کتابیں شائع کرتا ہے سیمینارز اور ڈائیلاگ کا اہتمام کرتا ہے اور اس سنٹر میں انسانی نشوونما کے لئے سوچل و ڈیجیٹل پلیٹ فارمز بنائے گئے ہیں۔ "امید" میگزین شائع ہوتا ہے اور بچوں کے اندر آگاہی کے لئے آڈیو ویڈیو کلپس کی پروڈکشن بھی ہوتی ہے۔

مشن سلطانہ فاؤنڈیشن میں آپ کے تعاون کے خواہاں ہیں۔ تعلیمی کفالت میں آپ حصہ ڈالتے رہیں تاکہ میشنا گے بڑھتا رہے۔

**ڈاکٹر تنیم غنی (ڈاکٹر میکٹر ایڈمنیسٹریشن)**

### For Sponsorship of Students

	Per month	Per Year	
School Student	1600	19200/-	Till Matric
Girls College Student	2100/-	25200/-	1-4 Years
Science College / Commerce College Student	2400/-	28800/-	1-4 Years
Institute of Technology Student	2400/-	28800/-	1-3 Years
M.Com Student	5000/-	60000/-	1-2 Years
Special Students	3200/-	38400/-	Till Matric
Vocational Students	2000/-	24000/-	1 Year
Out of School Children	1300/-	15600/-	Till Matric
School of Assistant Health Officer (Nursing Course)	3000/-	36000/-	1 Year

**Accounts**

Soneri Bank Ltd  
National Bank

20005255978

(Br. Code 0160)

20673008674758

**Title: Sultana Foundation**

**Title: Sultana Foundation**

# عطیات

الحمد لله! التغیر انسانی کا جو شدن ڈاکٹر نعیم غنی اور ان کی ٹیم نے شروع کیا تھا وہ اپنی روح کے مطابق پوری رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے۔ سلطانہ فاؤنڈیشن اپنے مشن میں مزید مخیر خواتین و حضرات کی شمولیت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ فاؤنڈیشن جس انسانی اور فلاحی مشن کو آگے بڑھانے میں مصروف ہے اس میں آپ لوگوں کی شمولیت ادارے کے لئے باعث تقویت ہے۔ (ڈاکٹر نعیم غنی ڈاکٹر ایڈنٹریشن)

فروجی، مارچ 2021

مبلغ	نقد عطیات	ٹرست ممبر
445,000	3,345,400	محترم مسز صدیقہ نعیم، اسلام آباد
2000	500,000	محترم ڈاکٹر ندیم نعیم، اسلام آباد
2,500,000	450,000	محترم محمد راد، احمد فواد، عبدالناشاد صدیق، مصطفیٰ سعد صدیق
50,000	300,000	محترم انجینئر جاوید آخر،
50,000	5,000	فرینڈ زاف فاؤنڈیشن
Dr. Muhammad Mausur Khan	2,000	فرینڈ زاف فاؤنڈیشن
50,000GHS	400	فرینڈ زاف فاؤنڈیشن
400,000	150,000	محترم عرفان مرزا، راولپنڈی کینٹ
45,000	30,000	فرینڈ زاف فاؤنڈیشن معرفت ڈیون رائیس ملز، سیالکوٹ
1400	10,000	محترم محمد عالم میاں، اسلام آباد
600	10,000	محترم محمد فیروز الدین احسان، اسلام آباد
48 متفرق کتابیں	10,000	محترم مصطفیٰ حسن نعیم، اسلام آباد
متفرق پرانی اشیاء	10,000	محترمہ سارہ نور احسان، اسلام آباد
متفرق پرانی اشیاء	18,000	محترمہ پروفیسر غزالہ خالد، پرنسپل PSDCW
زکوٰۃ	500,000	محترم سید حام الدین، اسلام آباد
2000	500,000	محترم سید حام الدین ہادی، اسلام آباد
2000	500,000	محترم سید حام الدین ہادی، اسلام آباد
2000	500,000	محترمہ سید ختم الدین طارق، اسلام آباد
2000	500,000	محترم وقار علی قریشی، اسلام آباد
مطیریل عطیات	500,000	محترمہ منہاج احسان، اسلام آباد

**Account No's  
for  
Donation**

<b>Soneri Bank Ltd</b>	<b>20005255978</b>	<b>(Br. Code 0160)</b>
<b>National Bank</b>	<b>20673008674758</b>	<b>Titel: Sultana Foundation</b>
		<b>Titel: Sultana Foundation</b>

# نذرِ وطن



شاعر: نعیم جاوید نعیم

اے مرے حُسن تشخص، مرے عنوانِ حیات  
تو سدا بن کے رہے میری امیدوں کی برات

تو زمیں پر ہے مرے واسطے جنت کی مثال  
روح کا چین، سکون آنکھ کا، تیری ہیں صفات

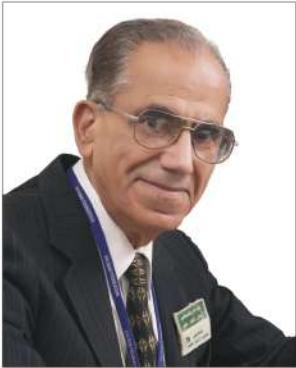
تیری جاں بخش ہوا میں، میری ہستی کی نوید  
تیرے پیکر کی حفاظت، ہی مری وجہِ حیات

تیرے دُشمن کا مقدر، مرے جذبات کی آگ  
تیرے محبوب نہ پائیں میری چاہت سے نجات

یہ شب و روز مرے، تیری محبت کے نقیب  
یہ شب و روز مری عمر کے زندہ لمحات

وقف کر کھے ہیں میں نے تو فقط تیرے لئے  
رتیگے سوچ کے، بیدار عمل کے اوقات  
تو ہے آزاد تو آزاد ہیں اے جانِ نعیم  
رو جیں اجداد کی، اولاد مری کے دن رات





# اقبال اور حالت یقین

منتخب تجزیہ: ڈاکٹر نعیم غنی (جنت نصیب)



علامہ اقبال کا ہدف مسلمانوں میں جذبات ابھارنا نہیں تھا۔ ان کا مطبع نظر مسلمانوں میں ان کے طرز فکر میں رہنمائی اور ان میں خود اعتمادی کا احیا تھا۔ ان کو حالت اطاعت سے حالت یقین میں واپس لانا تھا۔

ایمان حالت یقین ہے۔ الجھن اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایمان کو حالت اطاعت سمجھا جائے اور اس میں حالت یقین موجود نہ ہو۔

انسانی زندگی کی تصدیق صرف عمل میں ہے اور عمل کی بنیاد حالت یقین میں ہی بنتی ہے۔ ایک دوسرے زاویہ سے دیکھیں تو اقبال کا فلسفہ حیات یونانی فلسفہ کی نظری اصولوں پر مبنی تشریحات موجودات سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ اقبال زندگی کو عمل کا پیکر قرار دیتے ہیں اور انسانی زندگی کے ارتقا کی بنیاد مشاہدہ و تجربہ اور انسانی عمل کو قرار دیتے ہیں۔  
جہاد اقبال کی متعدد جھنپتیں ہیں۔

- عہد سامراج میں مسلمانوں کی بے اختیاری کو خودشناسی اور اپنی اندر ورنی قوتیں سے سر کرنا۔
- کائنات میں انسانی مقام کی ذمہ داریوں کے لئے حالت یقین پیدا کرنا۔
- عمل کو زندگی کے ارتقاء کی بنیاد بنانا اور تجربہ کو انسانی ارتقاء کی بنیاد بناانا۔
- خداشناسی، یعنی خالق کا سمات اور اس کی لا انتہا قوت پر یقین اور اس میں انسانی حیثیت کا اعتراف اقبال زندگی کو با معنی رکھنے کے لئے ضروری سمجھتے ہیں اور زمان و مکان میں خالق کل کی نشانیاں ڈھونڈنے کو انسانی ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔

**Islah-e- Fikr Educational & Welfare Trust®**  
Mission Human Development



**NAEEM GHANI CENTER**  
Media & Publication Cell

**Sultana Foundation**

